بچوں، بڑوں، ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ، وکلا،
CSS کرنے والوں کے لیے یکساں مفید

آسان اور عام فہم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صارم

www.KitaboSunnat.com

مسلم ریسرچ سنٹر MRC

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

بچوں، بڑوں، ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ، وکلا،
CSS کرنے والوں کے لیے یکساں مفید

آسان اور عام فہم

سیرت النبی ﷺ

محمد صارم

MRC مسلم ریسرچ سنٹر

© اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت بحق مصنف محفوظ ہیں۔

نام کتاب

سیرت النبی ﷺ

تالیف

محمد صارم بن سیف اللہ
پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اشاعت ـــــــــــ ستمبر 2019ء
اہتمام ـــــــــــ قدوسیہ اسلامک پریس
Tel: 042-37230585
0324-4226686

ناشر
MRC
مسلم ریسرچ سنٹر
فون: 0320-6335132

فہرست مضامین

- سیرت کسے کہتے ہیں؟ ---------- 9
- آپ ﷺ کے خاندان کی باتیں ---------- 11
- دو دلچسپ معلوماتی واقعات ---------- 13
- پیدائش سے جوانی تک کی کہانی ---------- 16
- تعمیر کعبہ، غار حرا اور پہلی وحی ---------- 18
- مکہ والوں کا پیار دشمنی میں کیسے بدلا؟ ---------- 21
- دشمن کی تکالیف کی کہانی ---------- 25
- ہجرت حبشہ کے دلچسپ واقعات ---------- 32
- بائیکاٹ کی کہانی ---------- 36
- سفر طائف کی کہانی ---------- 39
- معراج کی کہانی ---------- 43
- اسباب ہجرت سے سفر ہجرت کے آغاز تک ---------- 52
- غار ثور سے مدینہ تک سفر کی کہانی ---------- 57
- بابے عبداللہ کی سرداری کی کہانی ---------- 67
- مدینے آمد پر تین اہم کام ---------- 73
- غزوہ بدر کی کہانی ---------- 80
- غزوہ قینقاع کی کہانی ---------- 87
- غزوہ سویق کی کہانی ---------- 91
- ایک بدتمیز یہودی کا انجام ---------- 93

- غزوۂ اُحد کی کہانی ---------- 96
- حَمراءُالاَسد کا دلچسپ قصہ ---------- 106
- رسول اللہ ﷺ سے محبت کی لازوال داستان ---------- 108
- ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دھوکہ سے شہادت ---------- 110
- نبی کریم ﷺ کے قتل کی سازش کی کہانی ---------- 113
- خندق کی کہانی ---------- 115
- یہودیوں کی وعدہ خلافی پر خوفناک سزا کا واقعہ ---------- 122
- سلام بن ابی الحقیق کا انجام ---------- 124
- کنواں پر جھگڑے کی کہانی ---------- 126
- نبی کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا ---------- 132
- پوری دنیا میں تبلیغ کیسے شروع ہوئی؟ ---------- 138
- یہودیوں سے آخری فیصلہ کن لڑائی کی کہانی ---------- 142
- کافر نے آپ ﷺ پر تلوار اٹھا کر عجیب سوال کیا ---------- 150
- رہ جانے والے عمرہ کرنے کا واقعہ ---------- 152
- مسلمان کی شہادت کا بدلہ لینے کی کہانی ---------- 154
- فتح مکہ کی داستان ---------- 157
- غزوہ حنین کی کہانی ---------- 162
- غزوہ تبوک کی کہانی ---------- 164
- وفود کی آمد ---------- 170
- حجۃ الوداع کا واقعہ ---------- 174
- عمرہ کا آسان فہم طریقہ ---------- 174
- نبی پاک ﷺ کے الوداعی جملے ---------- 188

حرفِ چند

ہر انسان کامیابی کا متلاشی ہوتا ہے اسی لئے وہ ہمیشہ کسی ایسے رہبر کی تلاش میں رہتا ہے جو جامع اور کامل ہو۔ اس راہنما کی زندگی کے واقعات اس میں ایسی حرکت وجذبہ پیدا کریں جو اسے مشکل سے مشکل حالات میں بھی تھکنے نہ دیں۔ دنیا میں ایسی بہت سی کامیاب شخصیات گزری ہیں جن کی سیرت سے ایک دنیا متاثر ہوئی۔ ان واقعات کو پڑھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا انسانی فطرت ہے شاید اسی لئے اللہ پاک کی آخری کتاب قرآن مجید میں بھی ایسی شخصیات کے واقعات ملتے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

میں نے جب ایسی متاثر کن ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا تو بلا مبالغہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو نہ صرف تمام حالات کے حوالے سے کامل و جامع پایا بلکہ اس میں ایسی چاشنی وجاذبیت بھی محسوس کی کہ جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ آپ جیسے جیسے پڑھنے جاتے ہیں ایک مٹھاس سی آپ کے اندر اترتی جاتی ہے۔ انسان جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا چاہیے۔ اسی جذبہ کے تحت اپنے احساسات کو دوسروں تک وسیع کرنے کے لئے مختلف سطح پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کورسز کروانے شروع کر دیئے۔ سیرت کے پرلطف واقعات سننے سے سامعین میں مزید مطالعہ کا شوق پیدا ہوتا اور طلباء مطالعہ کے لئے جب کسی کتاب کا پوچھتے تو معروف کتب سیرت کی طرف راہنمائی کر دیتا۔ بعد ازاں کسی وقت ان سے اس بارے پوچھتا تو اکثر کا جواب یہی ہوتا کہ آپ کی بتائی کتاب ویسے تو عمدہ تھی مگر الفاظ بہت مشکل تھے اس لئے مکمل نہیں پڑھ سکا۔

اسے المیہ کہیں یا وقت کے ساتھ ساتھ ہوتی لسانی تبدیلیاں کہ جس کے باعث لوگ سیرت سے پیچھے ہوتے جا رہے ہیں۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ پڑھنے والوں کی استعداد و سطح کو ملحوظ رکھتے

ہوئے ان کی روزمرہ کی زبان و الفاظ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی آسان و عام فہم کتاب لکھی جائے جو نہ صرف اکثر واقعات کا احاطہ کرے بلکہ تبرک کے طور پر محض الماری کی زینت بننے کی بجائے زندگی سنوارنے کا سبب ہو۔

میری آپ سب سے التماس ہے کہ آپ لوگ اسے گھر، دکان، فیکٹری، سکول، کالج، یونیورسٹی، مسجد، مدرسہ، ہسپتال، الغرض ہر جگہ اجتماعی و انفرادی سطح پر پڑھائیں، لوگوں کو سنائیں تاکہ ان میں نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی بڑھے اور عملی طور پر ان کی سیرت اپنانے کا جذبہ بھی پیدا ہو۔ انتظار مت کیجئے۔ لوگ یہ سب سننے کے لئے آپ کے منتظر ہیں۔

ظلمت شب کا گلہ کرنے کی بجائے ہر بندہ اپنے حصے کی شمع جلائے۔ میں نے بھی اپنے حصے کی کوشش کی ہے۔ اللہ پاک اس میں اخلاص عطا فرماتے ہوئے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے صرف میرے، میرے والدین، خاندان، جملہ احباب، معاونین ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بناتے ہوئے، توشہ آخرت کر دے۔

اظہار تشکر: میں اپنے رب کریم و رحیم کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھ ناچیز سے یہ عظیم کام لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ میں شکر گزار ہوں اپنے بہت ہی پیارے بوڑھے اور بیمار والدین کریمین کا جو میرے لئے میرے اللہ پاک کی طرف سے انمول تحفہ ہیں۔ میں سپاس گزار ہوں اپنے محترم بڑے بھائی کا جو میرے بہترین دوست بھی ہیں۔ میں شکر گزار ہوں اپنی اہلیہ کا کہ صحت مندی میں اس سے زیادہ صبر کرنے والا شاید کسی اور کو نہ پایا۔ اپنے سب پیارے بچوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اپنے اساتذہ و جمیع معاونین کا احسان مند ہوں جن کی کاوش سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔

آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد صارم سیف

17 محرم الحرام 1441ھ بمطابق 17 ستمبر 2019ء

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الأمین، وبعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آگاہی، آپ کے سفر و حضر، شب وروز کے معمولات سے واقفیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ایمان کو جلا بخشتی ہیں، دلوں کو زندگی اور روح کو تازگی.آپ کی سیرت طیبہ پڑھنے سے حب نبوی سے دل سرشار ہو جاتا ہے، کردار کو نئی عظمت ملتی ہے اور سوچ کو نئی جہتیں۔

مطالعہ سیرت ہماری دینی ضرورت ہے اور دنیاوی بھی، یہ ہمارا فرض ہے اور ہم پر قرض بھی۔ اللہ تعالی علماء اسلام کو جزائے خیر دے، جنہوں نے سیرت کے ہر ہر پہلو کو خوب اجاگر کیا ہے، اور اس پر لاتعداد کتب تصنیف کی ہیں۔ برصغیر کے علماء نے سیرت پر ہمہ جہت کام کیا ہے اور اسے اپنی سعادت گردانا ہے۔ سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ہمارے بچوں کو ان کی نفسیات کے مطابق آسان، سادہ اور واضح انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے متعارف کرایا جائے، قاضی سلیمان منصور پوری کی مہر نبوت سے لے کر اب تک متعدد اہل علم نے یہ کوشش کی ہے۔

ہمارے پیارے، محترم اور فاضل دوست پروفیسر صارم حفظہ اللہ کی زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک خوبصورت کاوش ہے۔بچوں کی ذہنی سطح پر اتر کر سیرت کا تذکرہ کرنا، مواد کو سلیس، آسان، سادہ اور دل چسپ بنا کر بچوں کے ذوق ورجحان اور ان کی نفسیات کا پورا پورا لحاظ رکھنا، نیز صحت روایت کا التزام کرنا، بہت مشکل اور محنت طلب کام ہے، لیکن ہمارے فاضل دوست اللہ کی توفیق سے بہت حد تک اس میں کامیاب رہے ہیں۔

یہ امر بھی باعث خیر و برکت ہے کہ فاضل مؤلف نے سیرت کے مکی دور کو مکہ مکرمہ میں اور مدنی دور کو مدینہ منورہ میں بیٹھ کر لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے، اس سے علمیت کے ساتھ ساتھ روحانیت، پاکیزگی اور ایمانی کیفیات کو ارتقاء نصیب ہوتا ہے، جس کا اثر قارئین پر بھی مرتب ہوتا ہے۔

میں محترم مصنف کو اس عظیم کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے، ان کے لیے صدقہ جاریہ، ذریعہ نجات، باعث شفاعت بنائے، بچوں کے لیے تعمیر کردار اور حب نبوی میں اضافے کا سبب بنائے۔ آمین

میں یہ کہنا چاہوں کہ روزانہ گھر میں بچوں کو ساتھ بٹھا کر اس کتاب کا ایک حصہ پڑھا جائے اور سوال وجواب والا حصہ زبانی بچوں کے ساتھ ڈسکس کیا جائے تو گھریلو سطح پر ایک مفید اقدام ہوگا، بلکہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے سکولوں میں ابتدائی سطح پر شامل نصاب کر دیا جائے۔

واللہ الموفق و صلی اللہ و سلم علی النبی

کتبہ الفقیر إلی اللہ

ڈاکٹر عبید الرحمن محسن

دار الحدیث الجامعۃ الکمالیہ راجووال، ضلع اوکاڑہ

آسان و عام فہم سیرت النبی ﷺ

سیرت کسے کہتے ہیں؟

سیرت حالات زندگی کو کہتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی سیرت سے مراد ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کیسے زندگی گزاری یعنی آپ ﷺ کے دن رات سفر حضر سونے جاگنے کاروبار نکاح اولاد ازواج رشتہ دار غزوات معاہدات وغیرہ کے متعلق جاننے کا نام مطالعہ سیرت کہلاتا ہے۔

نبی ﷺ کی سیرت کیوں پڑھنی چاہیے؟:

ہم حضور ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور جس سے محبت کی جائے اس کے بارے میں جانا جاتا ہے کہ وہ زندگی کیسے گزارتے رہے تاکہ ہم بھی اسی طرح زندگی گزار سکیں۔

مکہ میں بت پرستی کیسے شروع ہوئی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق علیہ السلام فلسطین میں رہتے تھے۔ ان کے بیٹے کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام تھا۔ انہیں اسرائیل بھی کہا جاتا تھا۔ اسی نسبت سے ان کی اولاد کو بنو اسرائیل (بنی اسرائیل) کہا گیا۔ ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے جن کی قوم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ انہیں تورات عطا کی گئی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام آئے۔ انہیں زبور دی گئی۔ اس کے بعد بھی ان میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام آئے۔ اولاد اسحاق علیہ السلام یعنی بنی اسرائیل میں آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے جنہیں انجیل عطا کی گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے۔ ان کی

اولاد اور ملت یہیں آباد تھی اور سب کے سب توحید والے تھے۔ صدیوں بعد ایک آدمی عمرو بن لحی پیدا ہوا جو امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتا تھا۔ شام کے علاقے میں گیا تو وہاں سے بت لے آیا۔ مکہ والوں کو کہنے لگا کہ یہ بڑا اچھا بت ہے۔ اللہ پاک سے اس کے واسطے سے مانگنا چاہیے۔ آہستہ اہستہ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اسی شرک کو ختم کرنے کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اولاد میں ہر لحاظ سے آخری نبی و رسول جناب حضرت محمد ﷺ کو بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو بت پرستی سے روکیں اور ساری دنیا کے لئے ایک ہی مکمل، جامع، آسان دین یعنی اسلام سکھائیں۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ ہی کوئی رسول۔

❀❀❀❀

سیرت کسے کہتے ہیں؟

سیرت کیوں پڑھنی چاہیے؟

مکہ میں تو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام رہتے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے وہاں بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا؟

عمرو بن لحی کون تھا؟

بنی اسرائیل کون تھے؟

آپ ﷺ کے خاندان کی باتیں

نبی کریم ﷺ کا خاندان اس علاقے میں بڑا عزت دار خاندان تھا۔

پر دادا ابو:

نبی کریم ﷺ کے پڑدادا کا نام ہاشم تھا۔ وہ لوگوں کو عرب کی مشہور خوراک شوربے میں روٹیاں توڑ توڑ کر کھلاتے تھے ایسا کرنے کی وجہ سے آپ کا نام ہاشم تھا۔

دادا ابو:

ہاشم ایک مرتبہ سفر پر گئے۔ مدینہ کے قریب انہوں نے شادی کی۔ ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کے سر کے بال سفید تھے جس کی وجہ سے اس بچے کو شیبہ کہا جانے لگا کیونکہ شیبہ بوڑھے کو کہتے ہیں۔ وہیں آپ کا انتقال ہوگیا۔

ہاشم کے بھائی کا نام مطلب تھا۔ جب انہیں پتا چلا کہ میرے بھائی کا ایک بیٹا مدینہ کے قریب رہتا ہے تو وہ اسے وہاں سے لے آئے۔ جب وہ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنے بھتیجے شیبہ کو اپنے پیچھے بیٹھایا ہوا تھا۔ عرب کے اندر رواج تھا کہ جب سفر سے واپسی پر کوئی غلام خرید کر لاتے تو اسے سواری پر اپنے پیچھے بیٹھاتے۔ غلام کو عبد کہتے تھے۔ لہٰذا لوگوں نے جب شیبہ کو مُطلب کے پیچھے بیٹھا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو عبد المطلب ہے۔ اس طرح ان کا نام عبد المطلب مشہور ہوگیا۔

والد:

عبد المطلب کو اللہ پاک نے بہت سے بیٹے دیئے۔ ان میں ابولہب، ابو طالب، حمزہ، عباس وغیرہ شامل ہیں۔ انہیں میں ایک بیٹے کا نام عبد اللہ تھا۔ جن کو اللہ پاک نے ایک پیارا

سا چاند جیسا بیٹا دیا جن کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ آپ ﷺ کے والد مدینہ میں تھے کہ ابو جعد نامی ایک آدمی کے گھر آپ کی وفات ہو گئی۔

والدہ:

آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپ ﷺ کی عمر ابھی قریبا چھ سال تھی کہ وہ آپ ﷺ اور ام ایمن کو لے کر اپنے خاوند کی قبر پر مدینہ گئیں۔ واپسی پر مقام ابواء پر آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ ام ایمن کے ساتھ واپس مکہ آئے۔

آپ ﷺ کے والد کا کیا نام تھا؟

آپ ﷺ کے والدہ کا کیا نام تھا؟

آپ ﷺ کے دادا کو عبد المطلب کیوں کہا جاتا تھا؟

آپ ﷺ کے دادا کا اصل نام کیا تھا؟

دو دلچسپ معلوماتی واقعات

نبی پاک ﷺ کی پیدائش سے قبل دو مشہور واقعات پیش آئے۔ یہ واقعات بڑے مزیدار اور دلچسپ ہیں۔

کنواں کی کہانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی حضرت ھاجرؑ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے تو ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء بہت کم تھیں۔ جب وہ ختم ہو گئیں تو اماں ھاجرؑ بچے کو زمین پر رکھ کر بے چینی سے کبھی ایک پہاڑی صفا پر چڑھتیں اور کبھی دوسری پہاڑی مروۃ پر چڑھتیں۔

اسی دوران اللہ پاک نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے پر مارا اور ایک کنواں بن گیا جس سے پانی نکلنے لگا۔ دور سے ماں نے دیکھا کہ بچے کے قریب سے پانی نکل رہا ہے تو کہنے لگیں "زم زم" ان کے زبان میں زم زم کا مطلب تھا کہ رک جا رک جا۔ اس طرح اس کنویں کے پانی کا نام زم زم ہو گیا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ زم زم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے اللہ پاک اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ (سبحان اللہ)

بہت عرصے بعد کچھ لوگوں نے وہاں حملہ کر دیا تو وہاں کے رہنے والوں نے کنویں کے اوپر سونا چاندی رکھ کر اسے بند کر دیا۔ آہستہ اہستہ لوگ اس کنویں کو بھول گئے۔

آپ ﷺ کے دادا جب قریش کے سردار تھے تو اس زمانے میں ایک مرتبہ آپ کو خواب آیا کہ کعبہ کے ساتھ ایک کنواں ہے۔ انہوں نے صبح اس کی کھدائی کروانی شروع کر

دی۔ وہاں سے بہت سا سونا نکلا اور اس کے نیچے کنواں تھا۔ اس طرح لوگوں کو دوبارہ زم زم کا پانی ملنا شروع ہو گیا۔

کعبہ پر حملہ:

پورے عرب کے بہت سے لوگ خانہ کعبہ آیا کرتے تھے اور یہاں پر عبادت کرتے تھے۔

یمن میں ایک عیسائی شخص رہتا تھا جس نے کعبہ کی طرح اپنا ایک عبادت خانہ بنایا جسے کلیسا کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بنایا تا کہ لوگ کعبہ کی جگہ وہاں آیا کریں۔

کعبہ کے قریب رہنے والے ایک قبیلہ جس کا نام خزاعہ تھا اس کے ایک آدمی نے اس کلیسا میں گندگی کر دی۔

اس بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ کہنے لگا جس طرح تم نے میرے کلیسا کی توہین کی ہے میں بھی تمہارے کعبہ کو گرا دونگا۔

اس نے 50 ہاتھیوں اور بہت سے گھوڑے و اونٹوں پر اپنی فوج کو سوار کیا اور کعبہ کو گرانے کے لئے چل پڑا۔ جب کعبہ کے قریب ایک علاقے محسر میں پہنچا تو وہاں آپ ﷺ کے دادا کے دو سو اونٹ موجود تھے۔ اس نے ان پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے اونٹ مجھے دے دو۔ وہ بادشاہ کہنے لگا کہ میں تمہارے کعبہ کو گرانے آیا ہوں اور تم مجھ سے اونٹ مانگ رہے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ یہ اونٹ میرے ہیں اور کعبہ تو اللہ پاک کا گھر ہے۔ اللہ پاک اپنے گھر کی حفاظت خود کریں گے۔

اس بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جلدی چلو تا کہ کعبہ کو گرایا جا سکے۔ اللہ پاک نے بہت سے پرندے بھیجے جن کی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں۔ انہوں نے وہ کنکریاں ان پر پھینکنی شروع کر دیں۔ جب کنکریاں ہاتھیوں کو لگیں تو وہ ادھر ادھر بھاگے۔ جس کی وجہ سے وہاں موجود اونٹ اور گھوڑے بھی بدمست ہو گئے اور ان کے پاؤں کے نیچے انہیں کے فوجی

آنے لگے۔

اس طرح بادشاہ اور اس کی ساری فوج ہی مرگئی۔ پورے علاقے پر رعب طاری ہو گیا کہ کعبہ سب سے اہم جگہ ہے جس کی حفاظت خود اللہ پاک کرتے ہیں۔ اس بادشاہ کا نام ''ابرھہ'' تھا اور یہ سارا واقعہ اللہ پاک نے سورت الفیل میں ذکر کیا ہے۔

زمزم کو زمزم کیوں کہتے ہیں؟
ابرھہ نے کعبہ پر حملہ کیوں کیا؟
آپ ﷺ کے دادا ابو نے ابرھہ سے کیا کہا تھا؟
کس علاقے میں ابرھہ پر عذاب آیا؟

پیدائش سے جوانی تک کی کہانی

پیدائش سے چند ماہ قبل والد کی وفات:

آپ ﷺ کے والد مدینہ میں تھے کہ آپ کی طبعیت خراب ہو گئی۔ آپ اس وقت نابغہ جعدی کے مکان میں تھے کہ وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔ وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

رضاعی ماں کے پاس چند سال:

ربیع الاول کے مہینے میں سوموار کے دن آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ چھوٹے سے تھے تو آپ کو ایک دائی حلیمہ سعدیہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جب آپ ﷺ کی عمر 5 سال ہوئی تو ایک دن آپ دوسرے بچوں کے ساتھ تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کو اٹھایا اور ان کا سینہ چاک کیا۔ باقی بچے ڈر گئے اور گھر جا کر بتایا۔ بی بی حلیمہ آئیں اتنی دیر میں جبرائیل علیہ السلام جا چکے تھے۔ اس بات پر حلیمہ سعدیہ نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا اور حضرت محمد ﷺ کو واپس دے آئے۔

والدہ کی وفات:

جب آپ ﷺ کی عمر 6 سال ہوئی تو والدہ آمنہ نے اپنے سسر سے اجازت لی کہ وہ اپنے شوہر کی قبر کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ واپسی پر مقام ابواء پر آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

بچپن سے جوانی تک کی باتیں:

جب آپ ﷺ کی عمر 8 سال ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب انتقال کر گئے۔ جب آپ ﷺ کی عمر 11 سے 15 سال ہوئی تو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب

آپ ﷺ کو لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بحیرہ نامی راہب ملا۔ انہوں نے مہر نبوت سے پہچان کر آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی خبر دی اور انہیں واپس بھجوانے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ ﷺ کو واپس بھجوا دیا گیا۔ بچپن میں آپ ﷺ بکریاں بھی چراتے رہے۔

آپ ﷺ کی شادی اور اولاد کی باتیں:

پھر آپ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو گئی۔

اللہ پاک نے آپ ﷺ کو دو بیٹے عطا کیے۔

بڑے بیٹے کا نام قاسم رکھا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم یعنی قاسم کے والد تھی۔

دوسرے بیٹے کا نام عبد اللہ رکھا جنہیں پیار سے طاہر اور طیب بھی کہتے۔

یہ دونوں بیٹے چھوٹی عمر میں ہی انتقال کر گئے۔

اللہ پاک نے آپ ﷺ کو چار بیٹیاں عطا کیں۔

بڑی بیٹی کا نام زینب دوسری بیٹی کا نام رقیہ تیسری بیٹی کا نام ام کلثوم اور چوتھی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا۔ رضی اللہ عنہم۔ اللہ پاک سب سے راضی ہو جائے۔ آمین۔

❀❀❀❀

آپ ﷺ کے والد کی وفات کب ہوئی؟

آپ ﷺ کس دن اس دنیا میں تشریف لائے؟

آپ ﷺ کی والدہ کی وفات کب ہوئی؟

بحیرہ راہب کون تھا؟

آپ ﷺ کو ابو القاسم کیوں کہا جاتا ہے؟

آپ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام کیا ہیں؟

تعمیر کعبہ، غار حرا اور پہلی وحی

کعبہ کی تعمیر کی کہانی:

نبی پاک ﷺ کی عمر 35 سال تھی جب مکہ والوں نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو حجر اسود کی تنصیب یعنی اسے باب الکعبہ کے پاس رکھنے پر جھگڑا شروع ہو گیا کہ اسے وہاں کون رکھے گا؟ فیصلہ یہ ہوا کہ اگلے دن صبح جو سب سے پہلے خانہ کعبہ ائے گا وہی یہ کام کرے گا۔

اللہ پاک کے حکم سے اگلی صبح سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ داخل ہوئے لیکن آپ ﷺ نے حجر اسود خود رکھنے کی بجائے اپنی چادر پر حجر اسود رکھا اور باقی سرداروں کو کہا کہ سب مل کر چادر اٹھائیں۔ اس طرح سب ہی خوش ہو گئے۔ پھر لوگ چادر کو اٹھائے جب خانہ کعبہ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر کعبہ کے دروازے والے کونے میں رکھ دیا۔

غار حرا کی کہانی:

نبی پاک ﷺ کی عمر جب 38 سال کے قریب ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ گھر سے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر مکہ کے قریب ایک پہاڑی حرا میں چلے گئے۔ یہ مکہ سے قریبا 3 میل دور تھی۔ کچھ دن اس پہاڑی کی ایک غار میں رہے۔ جب سامان ختم ہوا تو واپس آ گئے۔ کچھ دن بعد پھر چلے گئے۔

یہ سلسلہ قریبا دو سال جاری رہا۔ مکہ والوں کا شرک کرنا، بتوں سے مانگنا آپ ﷺ کو بہت برا لگتا تھا۔ اس لئے زیادہ تر وقت آپ غار حرا میں گزارتے۔

پہلی وحی کی باتیں:

ایک دن آپ ﷺ اسی غار میں تھے کہ اللہ پاک نے ایک فرشتہ بھیجا جن کا نام حضرت جبرائیل علیہ السلام تھا۔ انہوں نے آ کر آپ ﷺ سے کہا کہ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ فرشتے نے پھر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ تیسری مرتبہ پھر یہی سوال کیا تو پھر آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ پھر فرشتے نے آپ ﷺ سے کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o (العلق: 1 تا 5)

"اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

یہ پہلی وحی تھی جو آپ ﷺ کی طرف ان کے رب نے بھیجی تھی۔ اس سورت کا نام سورۃ العلق تھا اور نازل ہونے والی آیات کی تعداد پانچ تھی۔

اس کے بعد آپ ﷺ گھر چلے گئے۔ جب گھر پہنچے تو کپکپاہٹ طاری تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے کمبل اڑھا دو۔ انہوں نے آپ ﷺ پر کمبل دیا۔ جب طبعیت کچھ بحال ہوئی تو ساری بات سنائی۔ بات سننے کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ غریب کی مدد کرتے ہیں اور حقدار کی طرف داری کرتے ہیں۔

لیعنی نبوت کی وحی آنے سے پہلے بھی آپ ﷺ یہ سب اچھے کام کرتے تھے۔ اللہ پاک ہمیں بھی ایسے نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد وہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی **ورقہ بن نوفل** کے پاس گئیں۔ انہوں نے بھی آپ ﷺ کو تسلی دی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ لگتا ہے کہ آپ ہی اللہ پاک کے آخری نبی ہیں اور پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ آخری نبی کو اس کے **علاقے سے نکال** دیا جائے گا۔

یعنی آپ ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد ایک مشقت والی زندگی گزارنی پڑے گی۔ وہ لوگ جو آپ کا احترام کرتے تھے وہی آپ کے مخالف ہو جائیں گے حتی کہ آپ ﷺ کو مکہ سے بھی نکال دیں گے۔

جب خانہ کعبہ کو تعمیر کیا گیا تو آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

پہلی وحی کہاں نازل ہوئی؟

کس سورت کی کتنی آیات نازل ہوئیں؟

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کن الفاظ میں تسلی دی؟

ورقہ بن نوفل کون تھا؟

مکہ والوں کا پیار دشمنی میں کیسے بدلا؟

نبوت کے اعلان سے پہلے لوگ آپ ﷺ کی بہت عزت کیا کرتے تھے حتی کہ جب آپ ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں تک توحید کا پہلا اعلانیہ پیغام پہنچانے کے لئے انہیں ان کے قبیلوں اور ناموں سے پکارا تو قریباً سب ہی آ گئے اور اگر کوئی نہ آ سکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ معلوم کر سکے کہ آپ ﷺ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جیسے ہی آپ ﷺ نے انہیں بتوں کی عبادت سے روکا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اسی وقت وہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے۔ عزت کرنے کی بجائے آوازیں کسنے لگے۔

قرآن و حدیث اور سیرت کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے چار بنیادی وجوہات کی بنا پر انکار کیا۔

انسان ہونا:

حضور ﷺ عام انسانوں کی طرح ہی ایک عام انسان ہیں جو ان کے ساتھ ہی تجارت کرتے، کھاتے پیتے، سفر کرتے، باتیں کرتے تھے۔ ان کی شادی بھی ہوئی تھی اور اولاد بھی تھی۔

ان کے خیال میں نبی اسے ہونا چاہیے جو عام انسانی خصائص والا نہ ہو۔

یا تو کوئی فرشتہ ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا پھر وہ اس کی بات مانتے، یا پھر نبی کریم ﷺ کے کہنے پر کوئی بستی پوری کی پوری سونے کی بن جاتی، ان کے کہنے پر مردے بات کرتے۔ یعنی کوئی عجیب و غریب معجزات رونما ہوتے بالخصوص جو ان مشرکین مکہ کے دنیاوی فائدہ کا سامان بنتے۔

مکہ والوں کا یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ اگر زمین میں فرشتے رہتے تو اللہ پاک فرشتوں میں سے ہی کوئی نبی بناتا۔ نبی تو اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کے احکامات کے مطابق عمل کر کے دکھائیں پھر لوگ بھی ویسے ہی عمل کریں۔ اگر فرشتہ نبی بنا کر انسانوں کی طرف بھیجا جاتا تو پھر انسانوں نے یہ اعتراض کرنا تھا کہ یہ تو فرشتے ہیں۔ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ تجارت کرتے ہیں نہ کماتے ہیں نہ ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ ہم ان جیسی عبادت صبر قناعت شکرگزار بہادری کر ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی نبی بنا کر بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد وسلیمان، حضرت شعیب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کے سب انسان ہی تھے۔ جب وہ انسان ہو کر نبی ہو سکتے ہیں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیوں انسان ہونے کی وجہ سے نبی نہیں ہو سکتے؟ لہٰذا ان کا یہ اعتراض ہی باطل ہے۔

کسی بڑے سردار کو نبی کیوں نہ بنایا:

مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اگر کسی انسان ہی کو نبی بنانا تھا تو مکہ اور طائف کی عظیم بستیوں میں سے کسی بڑے قبیلے کے بڑے سردار کو نبی کیوں نہیں بنایا؟ (نعوذ باللّٰہ من ذلك) کیا اللہ کو صرف حضرت محمد ﷺ ہی ملے تھے کہ جنہیں نبی بناتے؟

یہ اعتراض بھی نہایت بے عقلی بلکہ جہالت پر مبنی ہے۔

کیونکہ

اگر حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کو نبی بنا دیا جاتا تو تب بھی انہوں نے یہی کہنا تھا کہ فلاں کو نبی کیوں نہیں بنایا؟

دوسری اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ پاک جسے چاہے نبی بنائے۔ ہم کون ہوتے ہیں اس کو مشورے دینے والے؟ ہماری اوقات ہی کیا ہے؟ ہمارا کام تو بس اتنا ہے کہ جسے بھی نبی بنایا

جاتا اس کی بات مانتے۔

باتیں سمجھ نہیں آتیں جیسے دوبارہ زندگی ملنا:

نبی کریم ﷺ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا بتاتے اور اُس زندگی میں یہاں پر گزاری زندگی کے بارے سوال ہوگا اور اس بنیاد پر لوگوں کو جنت یا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ مشرکین مکہ کو یہ باتیں اتنی عجیب لگتیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو کون ہمیں دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟

آپ ﷺ انہیں بتاتے کہ جس اللہ پاک نے پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لیکن انہیں یہ بات دیوانگی لگتی۔ اسی لئے انہوں نے آپ ﷺ کو دیوانہ اور مجنوں کہنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہنے لگے کہ ہم آپ ﷺ کی بات اس لئے نہیں مانیں گے کہ آپ ﷺ کے حواس قائم نہیں اسی لئے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

بات نہ ماننے کی یہ وجہ نہایت بیچ سطحی اور کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ یہ سوچتے کہ جس اللہ پاک نے انسان کو بلا نمونہ پیدا کیا۔ کیا وہ اللہ پاک اس بات پر قادر نہیں کہ دوبارہ اس انسان کو بنا سکیں؟ حالانکہ عام انسان کے لئے بھی دوسری بار چیز بنانا آسان ہوتا ہے۔ وہ تو پھر اللہ پاک ہے۔ اسے تو پہلی بار بنانا بھی مشکل نہ تھا تو دوبارہ زندہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟

یہ اور اس جیسی باتیں جو مشرکین مکہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں اور ان کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کو مجنوں کہتے ہوئے آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے تھے، در اصل یہ ان کی اپنی عقل کی خرابی تھی۔ آپ ﷺ یہ سب باتیں دیوانگی کے سبب نہیں بلکہ اللہ پاک کی وحی کی وجہ سے کہتے تھے۔ بے وقوف کو جب سمجھ دار کی بات سمجھ نہ آئے تو اسے بات سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ سمجھ دار کو ہی دیوانہ کہہ کر اس کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ یہی حال

مشرکین مکہ کا بھی تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی باتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ آپ ﷺ کو دیوانہ اور مجنوں کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم ان کی اسی دیوانگی کے سبب ان کی بات نہیں مانتے حالانکہ دیوانے و خبطی وہ خود تھے۔

قرآن کو جادو کہتے:

آپ ﷺ جب لوگوں کو قرآن سناتے تو وہ لوگ ایمان لانا شروع ہو گئے۔ لہٰذا جب آپ ﷺ قرآن شریف پڑھتے تو مشرکین کہنے لگے (نعوذ باللہ من ذالک) کہ آپ جادوگر ہیں اور قرآن جادو ہے جسے سن کر لوگ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ آپ ﷺ کی بات نہ سنی جائے۔

آپ ﷺ کی بات نہ ماننے کی یہ وجہ بھی درست نہ تھی کیونکہ قرآن مجید تو اللہ پاک کا پاک کلام ہے۔ اس جیسا کوئی اور کلام نہیں۔ یہ نہایت پُر تاثیر کلام ہے۔ اس میں لوگوں کی ہدایت کی باتیں ہیں۔ مشرکین مکہ کو تو چاہیے تھا کہ قرآن سننے کے بعد وہ آپ ﷺ کو جادوگر کہنے کہ بجائے ایمان لے آتے اور قرآن مجید پر عمل شروع کر دیتے۔

❁❁❁❁

نبوت کے اعلان سے پہلے مکہ والے آپ ﷺ کی نہایت عزت کرتے تھے۔ اتنے پیار و محبت اور از حد عزت کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کو ماننے سے انکار کیوں کیا؟

اللہ پاک نے دنیا میں کسی فرشتے کو نبی کیوں نہیں بنایا؟

مشرکین کن دو علاقوں کے سرداروں کے متعلق چاہتے تھے کہ وہ نبی بنیں؟

مردوں کو زندہ کون کرے گا؟

کافر آپ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟

مشرکین قرآن مجید کو جادو کیوں کہتے تھے؟

دشمن کی تکالیف کی کہانی

انکار رسالت کے اسباب جان لینے کے بعد یہ جاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ مشرکین مکہ نے عداوت و جہالت میں نبی آخر الزمان ﷺ اور ان کے پیروکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور اس پر انہوں نے کس قسم کے جوابی ردعمل کا اظہار کیا تا کہ دین پر چلنے والے افراد جان لیں کہ تبلیغ دین کے فریضہ کو سرانجام دینے پر آج بھی کفار اور جاہلی معاشرہ کس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر سکتا ہے اور داعی کا اس پر کیا ردعمل ہونا چاہیے۔

مشرکین مکہ نے توحید پرستوں کو 5 مختلف انداز سے عمل صالح اور تبلیغ دین سے روکنے کی کوشش کی۔

سب کو نمبر وار الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

مختلف قسم کی آفرز:

انہوں نے آپ ﷺ کو مختلف قسم کی آفرز کیں کہ اگر نبی کریم ﷺ رقم چاہتے ہیں تو انہیں مل جائے۔

جس طرح عام انسان دنیا میں شہرت اور مال و جاہ کے لئے مختلف دعوے کرتے ہیں تو شاید ان کا خیال ہو کہ نبی کریم ﷺ بھی عام انسانوں کی طرح دنیا میں شہرت مال وغیرہ کے متلاشی تھے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے دنیا دار نہیں ہوتے۔ وہ تو بے لوث ہو کر انسانوں کو رب کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور اس ملکہ کو توحید کا پیغام بھیجا اور اس کو نصیحت کی کہ سورج کی عبادت چھوڑ کر اللہ پر ایمان

لے آئے۔ اس پر ملکہ سبا نے سلیمان علیہ السلام کو آزمانے کے لئے ان کی طرف قیمتی تحفے بھیجے تھے کہ اگر ان تحائف کو سلیمان علیہ السلام نے قبول کر لیا تو یہ آپ علیہ السلام کے دنیا دار ہونے کی علامت ہوگی لیکن اللہ پاک کے حکم سے سلیمان نے وہ تحائف رد کر دیئے کیونکہ ان تحائف کے قبول کرنے کا مطلب تھا کہ وہ توحید پر سمجھوتہ کر لیں جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو آئے ہی لوگوں کو توحید کی طرف بلانے کے لئے تھے۔ تو دینا کے چند ٹکے کے فائدے کے لئے وہ توحید کی دعوت دنیا کیسے چھوڑ دیتے۔

یہی حال حضرت محمد ﷺ کا تھا کہ کوئی بھی آفر آپ ﷺ کو توحید کے پیغام پہنچانے سے نہ روک سکی۔

ایک مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ توحید کے مقابل ہر دنیاوی فائدہ چھوڑ دے۔

قرآن کی مٹھاس کم کرنے کے حربے:

نبی پاک ﷺ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو قرآن کی اپنی حلاوت و تاثیر کے ساتھ ساتھ نبی پاک ﷺ کی پیاری آواز کے اثرات بھی ہوتے۔ جو سنتا وہ سنتا ہی چلا جاتا۔ اس طرح کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے اس کا توڑ کرنے کے لئے تین کام کیے:

شور شرابہ:

جب قرآن پڑھا جاتا تو شور کرنے لگتے تا کہ کسی کو قرآن کی آواز صحیح طرح سنائی نہ دے۔

میوزک اور گانے:

گانے موسیقی لگاتے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ جہاں موسیقی ہوگی وہاں قرآن کے اثرات کم ہو جاتے ہیں۔ جو کان گانے و موسیقی سننے کے عادی ہو جاتے ہیں ان کے دل قرآن کی مٹھاس سے نا آشنا ہو جاتے ہیں۔

عرب میں ایک آدمی تھا جس کا نام نضر بن حارث تھا۔ وہ کسی علاقہ میں امپورٹ ایکسپورٹ کرتا تھا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ دوقسم کے افراد کو بہت توجہ سے سنتے ہیں۔ ایک موسیقی ومغنیا کو اور دوسرا قصہ گوئی۔

اس نے وہاں سے آلات موسیقی اور چند قصے کہانیاں سنانے والے افراد کو لیا اور مکہ آ گیا۔ پھر جہاں کہیں آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے مشرکین مکہ وہاں موسیقی شروع کر دیتے۔

موسیقی اسلام میں حرام ہے۔

آلات موسیقی کی حلت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔

ڈھول یا ڈھولکی کو عربی میں کوبہ کہا جاتا ہے۔ حدیث میں اس کی واضح الفاظ کے ساتھ اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

((حرم الخمر والميسر والكوبة، قال: وكل مسكر حرام، قال سفيان: فسألت علي بن بذيمة عن الكوبة، قال: الطبل.))

شراب، جوا، اور ڈھول حرام قرار دے دی گئی ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ سفیان کہتے ہیں: میں نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ڈھول ہے۔(ابوداود:3696)

بلکہ ہر قسم کے میوزیکل انسٹرومنٹ کو حرام کہا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے۔(بخاری:5590)

اس حدیث سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ قیامت کے قریب لوگ ان حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنا شروع ہو جائیں گے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اسے حرام ہی

کہا گیا ہے۔

آج کل بھی کئی ایک نام نہاد سکالر کہتے نظر آتے ہیں کہ دور نبوی ﷺ میں جس موسیقی کو حرام قرار دیا گیا تھا وہ اور تھی۔ آج کل کی موسیقی تو روح کی غذا ہے۔ بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے پائے جاتے ہیں کہ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت داؤد علیہ السلام جو نہایت خوبصورت آواز میں زبور پڑھا کرتے تھے وہ بھی موسیقی ہی ہے۔ نستغفر اللّٰہ

ان سے کوئی سوال کرے کہ موسیقی اگر روح کی غذا ہے تو جب انسان کی روح نکل رہی ہوتی ہے اس وقت اس کے قریب گانے کیوں نہیں لگاتے؟ کلمہ کیوں یاد آتا ہے؟ اسی لئے کہ موسیقی روح کی غذا نہیں سزا ہے۔ قرآن مجید روح کی اصل غذا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جان لو کہ اللہ کے ذکر میں دلوں کا اطمینان ہے۔''

اور قرآن مجید کو ذکر کہا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام خوبصورت آواز میں زبور پڑھتے تھے۔ لیکن کسی میوزیکل انسٹرومنٹ کے بغیر پڑھتے تھے۔

ان کے خوبصورت آواز میں زبور پڑھنے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی الہامی کتاب کی تلاوت کرتے تھے ہمیں اپنی کتاب قرآن مجید کو خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہیے۔ اس سے موسیقی کہاں سے ثابت ہوئی؟

بات اصل میں وہی ہے کہ موسیقی حرام ہے اور حدیث کے مطابق بعض افراد قیامت کے قریب اسے حلال بنانے کی کوشش کریں گے۔

قرآن مجید روح کی غذا ہے اور موسیقی روح کی سزا ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو موسیقی گانے بجانے سے دور کرے اور خوبصورت آواز میں قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

قصے کہانیاں:

قرآن مجید میں چونکہ بہت سے قصے بیان ہوئے ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات، غار والے نوجوانوں کا واقعہ، آگ کی خندق میں ڈالے جانے کا واقعہ، ڈیم بنانے والی قوم کا واقعہ، اسی طرح اور بے شمار واقعات ہیں۔ مشرکین مکہ نے شاید یہ سمجھا کہ حضرت محمد ﷺ یہ واقعات سناتے ہیں اس لئے لوگ آپ کی باتیں سننے لگ جاتے ہیں اور بعد میں بت پرستی چھوڑ دیتے ہیں۔ انہوں نے بھی مختلف قصے سنانے شروع کر دیئے لیکن ان کا یہ حربہ بھی ناکام رہا کیونکہ قرآن مجید صرف قصے ہی نہیں بیان کرتا بلکہ ان قصوں میں انسان کے لئے جو عبرت و نصیحت ہے وہ بھی بیان کرتا ہے۔

ویسے بھی قرآن کا اسلوب ایسا پیارا ہے کہ جسے نہ بھی سمجھ ہو وہ بھی سنتا چلا جاتا ہے۔ جیسے کہ کل بھی لوگ قرآن کا مطلب نہیں جانتے مگر پھر بھی بڑے شوق سے قرآن سنتے ہیں۔ اور سنیں بھی کیوں نا؟ یہ قرآن ہے یہ اتنا پیارا، کیونکہ یہ اللہ پاک کا کلام ہے جس سے انسان کبھی نہیں اکتاتا۔

ظلم و ستم:

انسان کی عادت ہے کہ جب وہ کسی سے نفرت کرتا ہے تو اپنا غصہ نکالنے کے لئے ہاتھا پائی کرنے لگ جاتا ہے۔ ایسا ہی مشرکین مکہ نے بھی کیا کہ جب انہوں یہ دیکھا کہ مسلمان بڑھتے ہی جا رہے ہیں تو انہوں نے ان پر ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے۔ ایسے ایسے ظلم کئے کہ انسان ان کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہے۔

چند مظالم:

- آپ ﷺ کا نام بگاڑا گیا۔
- طعن و تشنیع کی گی۔
- سجدے کی حالت میں گندگی پھینکی گئی۔

- بیٹے کے انتقال پر ابتر کہا گیا۔
- چہرے پر پتھر مارا گیا۔
- کعبہ میں نماز سے روکا گیا۔
- آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مارا پیٹا گیا۔
- عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتے۔
- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے انہیں گھر سے ہی نکال دیا۔
- بلال رضی اللہ عنہ کو گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے پہاڑوں میں گھسیٹا گیا۔
- ڈنڈے مارے گئے۔
- بھوکا پیاسا رکھا گیا۔
- گرم زمین پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھے گئے۔

حتی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو شہید بھی کر دیا۔

اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں اسلام نہ چھوڑنے پر شہید کیا گیا۔ ان کی ایک ٹانگ پر رسی باندھ کر ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسری ٹانگ پر رسی باندھ کر دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔ اونٹوں کو مخالف سمت میں بھگایا، ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور ایک نیزہ شرمگاہ پر مار کر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اللہ پاک ان سب سے راضی ہو جائے۔ آمین

مگر اس سب کے باوجود ان میں سے کوئی بھی ایمان سے منحرف نہ ہوا۔ اسلام نہ چھوڑا۔

اس سب میں ہمارے لئے یہ نصیحت ہے کہ ہم بھی اسلام پر عمل کریں۔ ہمارے اسلاف اور بڑے اسلام کی خاطر اتنی تکلیفیں سہتے رہے مگر انہوں نے اسلام نہ چھوڑا کیونکہ اللہ پاک کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام کی نعمت ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان کی حالت میں موت

دے۔ آمین

قطعی تعلق:

اس کے سب کے باوجود جب لوگ اسلام کو نہ چھوڑ رہے تھے تو سب مشرکین نے مل کر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوشل (معاشرتی) بائیکاٹ کر دیا۔
یہ بائیکاٹ تین سال تک جاری رہا اس کا قصہ الگ سے بیان کیا جائے گا۔

آخر کار مکہ سے نکال دیا:

ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ابتدا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف اور پھر حتی کہ 13 برس بعد آپ ﷺ کو ہی مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کا تذکرہ بھی ان کی اہمیت کے پیش نظر الگ سے آئے گا۔ ان شاء اللہ العظیم

ملکہ سباء نے سلیمانؑ کی طرف تحفہ بھیجا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟
قرآن مجید کی اثرات کم کرنے کے لئے کفار نے کیا حربے اختیار کیے؟
عربی زبان میں ڈھولکی کو کیا کہتے ہیں؟
کن چار حرام چیزوں کو قیامت سے پہلے لوگ حلال سمجھ کر کرنے لگیں گے؟
انسان قرآن سنتے کیوں نہیں اکتاتا؟
کفار کے کوئی سے پانچ مظالم لکھیں۔
سمیہ رضی اللہ عنہا کو کس طرح شہید کیا گیا؟

ہجرت حبشہ کے دلچسپ واقعات

اعلان نبوت کے پانچویں سال تک جب مشرکین کی تکالیف حد سے بڑھ گئیں تو آپ ﷺ کی اجازت سے رجب کے مہینہ میں 12 مرد اور 4 عورتوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے قافلے نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جس کے امیر سفر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا جو عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، وہ بھی شامل تھیں۔

بہت بڑا جھوٹ:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ حرم میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے۔ قریش اس وقت شور کرتے تا کہ لوگ قرآن نہ سن سکیں۔

اسی سال رمضان میں نبی پاک ﷺ حرم میں تلاوت کر رہے تھے۔ اتفاقاً وہاں بہت سے سردارانِ کفار بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ سورت النجم کی تلاوت کر رہے تھے۔ خوبصورت کلام اور خوبصورت آواز، پڑھنے والے بھی وہ کہ جس پر قرآن نازل ہوا۔ اس درد سے پڑھا کہ جب آیت سجدہ آئی تو آپ ﷺ نے تو سجدہ کیا ہی مگر ساتھ ساتھ جو سن رہے تھے انہوں نے بھی بے اختیاری میں سجدہ کر لیا۔

بس پھر کیا تھا۔ ہر طرف مشہور ہو گیا کہ بڑے بڑے سرداروں نے محمد ﷺ کے رب کو سجدہ کر لیا یعنی مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر پھیلتی پھیلتی حبشہ میں بھی چلی گئی۔ وہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔ ابھی مکہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

ہوا یہ کہ: جب ان کفار کے سجدہ کی خبر مشہور ہوئی تو وہ بڑے پریشان ہوئے کہ اب جن لوگوں کو وہ کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو۔ اب قرآن سننے کے سبب انہوں نے ہی بے اختیاری

میں سجدہ کر لیا۔ اس بات کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ باندھ دیا کہ نعوذ باللہ من ذلک سورت النجم کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ نے کفار کی دیوی دیوتاؤں بتوں کی اہمیت کو مان لیا ہے۔ کہنے لگے آپ ﷺ نے تلاوت کے دوران جب یہ کہا کہ:

((تلك الغرانق العلى و ان شفاعتهن لترتجى.))

"یہ بلند پایہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔"

یہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔

وہ کلام جو ان بتوں کی مذمت میں آیا تھا اس میں ایسے الفاظ کیونکر ہو سکتے تھے؟ یہ صریح جھوٹ بول کر انہوں نے اپنے ماتحتوں کو مطمئن کیا۔

حبشہ سے واپس آنے والے مسلمانوں کو جب حقیقت کا علم ہوا تو کچھ واپس پلٹ گئے اور کچھ مکہ میں آ گئے۔

مگر مشرکین مکہ کا ظلم تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ حتی کہ اگلے سال پھر سو کے قریب افراد جن میں قریبا 82 مرد اور 18 عورتیں تھیں، انہیں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔

مکہ کے کافروں کی چالاکی:

مشرکین مکہ اس بات پر بھی راضی نہ ہوئے کہ توحید پرست ان کے علاقے سے چلے گئے ہیں۔ وہ حبشہ تک ان کے پیچھے گئے اور وہاں کے عیسائی بادشاہ سے کہا کہ ہمارے کچھ افراد آپ کے ملک میں بھاگ کر آ گئے ہیں۔ انہیں واپس کیا جائے۔ انہوں نے بادشاہ کے درباریوں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ درباری بھی ان کی حمایت کرنے لگے۔ بادشاہ جس کا نام اصحمہ تھا اور اسے نجاشی کہا جاتا تھا، نے مہاجرین سے ہجرت کا سبب پوچھا تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "اے بادشاہ ہم جاہلیت میں تھے۔ بتوں کو پوجتے، تعلق توڑتے، ہمسائیوں سے بدسلوکی کرتے، کمزور پر ظلم کرتے تھے کہ اللہ پاک نے ہم میں ایک

نبی بھیجے جنہوں نے ایک اللہ کی طرف بلایا اور ان باتوں سے روکا۔"

ہم نے ان کی بات مانی اور ان لوگوں نے بات نہ مانی۔ ان کے ظلم کی وجہ سے آپ کے علاقے میں آئے ہیں۔

مشرکین مکہ بڑے پریشان ہوئے اور کہنے لگے:

اے بادشاہ ان سے پوچھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا کیا نظریہ ہے؟

بادشاہ چونکہ عیسائی تھا اور اس وقت کے عام عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ من ذلک عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ انہیں یہ غلطی اس لئے لگی کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

جبکہ اسلام کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ پاک کا کوئی بیٹا نہیں۔ بن باپ کے پیدا ہونے سے کوئی اگر اللہ پاک کا بیٹا بن جاتا ہے تو آدم علیہ السلام تو بن باپ ہی نہیں بن ماں کے بھی پیدا ہوئے تھے تو ان کے بارے یہ کیوں نہ کہتے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں؟ دراصل یہ لوگ گمراہی کا شکار ہیں۔ انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ اللہ پاک وہ ہے جو کسی بھی چیز کا محتاج نہیں۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ مریم علیہا السلام کھانا کھاتی تھیں۔ کھانا وہ کھاتا ہے جسے بھوک لگے یعنی بھوک مٹانے کے لئے جو کھانا کھائے اسے کھانے کی احتیاج ہے۔ جبکہ اللہ پاک کھانا نہیں کھاتا اور نہ ہی اسے کھانے کی احتیاج ہے۔

یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے اسلام کا نظریہ عیسائی بادشاہ کے سامنے رکھ دیں تو ہوسکتا ہے کہ غصہ میں وہ انہیں ملک سے باہر نکال دے۔

لیکن یہی تو مسلمان کی شان ہے کہ وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورت مریم کی تلاوت شروع کر دی جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بندے اور رسول ہونے کا ذکر ہے اور اللہ کے بیٹے ہونے کی نفی ہے۔

بادشاہ یہ سن کر رونے لگا اور کہا کہ واقعہ جو اس سورت میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا گیا

ہے وہ ایسے ہی ہیں۔

اس پر مشرکین مکہ مایوس ہو کر واپس مکہ لوٹ گئے۔

❀❀❀❀

حبشہ کی طرف کتنی بار ہجرت کی گئی؟

پہلی ہجرت حبشہ میں مسلمانوں کے امیر کون تھے؟

کفار مکہ نے نبی پاک ﷺ پر کیا جھوٹا الزام لگایا؟

دوسری ہجرت حبشہ میں کتنے مرد تھے؟

جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے کس سورت کی تلاوت کی؟

بائیکاٹ کی کہانی

کفار کے بے انتہاء مظالم کے باوجود جب لوگ اسلام کو نہ چھوڑ رہے تھے تو سب مشرکین نے مل کر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوشل (معاشرتی) بائیکاٹ کر دیا۔

یہ بائیکاٹ تین سال تک جاری رہا۔

یہ ایک دردناک والم ناک قصہ ہے۔

انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ زندگی گزارنے کے لئے اسے دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے بڑی مشکل تب ہوتی ہے جب کسی کو کوئی بلانا چھوڑ دے۔ اس کے پاس رقم بھی موجود ہو لیکن کوئی اسے کچھ بھی فروخت کرنے سے انکار کر دے۔

مشرکین نے ایک جگہ جمع ہو کر یہی فیصلہ کیا کہ اب سے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو کوئی بھی نہ بلائے، نہ تجارت کرے، نہ تعلق رکھے۔

آخر کار نبوت کے ساتویں سال 1 محرم سے اس بائیکاٹ کی ابتدا کر دی گئی۔ اس کا سب سے خوفناک پہلو یہ تھا کہ جو افراد اس بائیکاٹ کا حصہ نہیں بننا چاہتے تھے انہیں بھی اس پر مجبور کیا گیا اور دھمکی دی گئی کہ اگر کسی نے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بائیکاٹ نہ کیا تو اس سے بھی ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا جائے گا اور اس بائیکاٹ کی تحریر لکھ کر کعبہ پر آویزاں کر دی گئی۔

یہ بڑی تکلیف کے ایام تھے۔ کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ کئی کئی دن بھوکے پیاسے گزارنے پڑتے۔ کبھی کبھی کوئی ہمدرد رات کے اندھیرے میں چھپ چھپا کر دے جاتا تو اسی کو غنیمت

سمجھا جاتا۔ اسی طرح تین سال گزر گئے۔ بائیکاٹ کا شکار افراد کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے تھے۔

بائیکاٹ کے خاتمہ کا دلچسپ قصہ:

کچھ لوگ اس بائیکاٹ کے سخت خلاف تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی بات نہیںماننی تو نہ مانیں لیکن یہ کون سی عقل مندی ہے کہ سارے عرب میں مکہ والوں کی سخاوت مشہور ہو، دور دور سے لوگ آ کر ان کے دستر خوان سے کھاتے ہوں اور ان کے اپنے ہی رشتہ دار بھوکے رہیں۔

آخر کار ایک دن ہشام نامی ایک آدمی زہیر نامی شخص کے پاس گیا اور اسے غیرت دلاتے ہوئے پوچھا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہم پیٹ بھر کر سوئیں اور ہمارے رشتہ دار بھوکے رہیں؟

وہ کہنے لگا ہم اکیلے کیا کر سکتے ہیں؟

انہوں نے اسی طرح 3 افراد کو اپنے ساتھ اور ملایا۔ اس طرح یہ کل پانچ ہو گئے۔

حرم میں جب سرداران مکہ بیٹھے ہوئے تھے تو ان پانچ میں سے زہیر نامی آدمی ان سرداروں سے کہنے لگا کہ ہم کھانے کھائیں اور وہ بھوکے رہیں۔ ہم اس بائیکاٹ کو نہیں مانتے۔ اسے پھاڑ دیا جائے۔

ابو جہل کہنے لگا اسے پھاڑا نہیں جاسکتا۔

ان پانچ میں سے دوسرا بولا کہ جب یہ بائیکاٹ لکھا گیا تھا تو ہم اس وقت بھی راضی نہ تھے۔ پھر انہی پانچ میں سے تیسرا پھر چوتھا اور پھر پانچواں بھی ایسے ہی کہنے لگا۔

کفار کو ایسے محسوس ہوا کہ یہ بہت سارے لوگ ہیں جو ایک ایک کر کے اپنی مرضی سے بائیکاٹ کے خلاف بول رہے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف پانچ ہی تھے۔

اسی تو تو میں میں کے دوران ابو طالب آئے انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے یعنی حضرت

محمد ﷺ نے کہا ہے کہ بائیکاٹ والی لکھی ہوئی تحریر جو کعبہ پر لٹکائی گئی تھی، تا کہ باہر سے آنے والا ہر آدمی اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرے، وہ ختم ہو چکی ہے۔

سب لوگ دیکھنے کے لئے گئے تو واقعی صحیفہ چاک ہو چکا تھا اور جہاں جہاں اللہ کا نام لکھا تھا صرف وہی بچا، باقی سب کو کیڑا کھا گیا تھا۔

اتنی بڑی نشانی دیکھنے کے باوجود بھی یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے۔

اللہ پاک ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان کی حالت میں موت دے۔ آمین

دو عزیز ہستیوں کے بچھڑنے کا غم:

بائیکاٹ کے خاتمے کے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کی دو قریبی ہستیاں آپ سے جدا ہو گئیں۔

نبوت کے دسویں سال رجب کے مہینے میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور رمضان میں پیاری بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

اس کے بعد آپ ﷺ نے شوال میں سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

❀❀❀❀

سوشل بائیکاٹ کیوں کیا گیا؟

بائیکاٹ کتنے سال جاری رہا؟

اس دوران میں مسلمانوں کی حالت کیسی تھی؟

بائیکاٹ کیسے ختم ہوا؟

آپ ﷺ کے چچا کا انتقال کب ہوا؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال کب ہوا؟

سفر طائف کی کہانی

مکہ والوں کو بہت سمجھانے کے باوجود بھی جب وہ اسلام دشمنی سے باز نہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار جاری رکھا تو اللہ پاک کے حکم سے آپ ﷺ اپنے منہ بولے بیٹے زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے کچھ دور پر فضاء بستی طائف میں تبلیغ کے لئے گئے۔

یہ نبوت کے دسویں سال ماہ شوال کا واقعہ ہے کہ جب طائف پہنچے تو بستی میں داخل ہونے سے پہلے وہاں کے تین مشہور سردار جو آپس میں بھائی تھے، آپ ﷺ کو ملے۔ آپ ﷺ نے انہیں توحید کی دعوت دی لیکن تینوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ دس دن طائف میں لوگوں کو بت پرستی سے رک جانے کا کہتے رہے لیکن ایک بندے نے بھی آپ ﷺ کی بات نہ مانی۔

حتی کہ آپ ﷺ واپس چل پڑے۔ یہ لوگ ایسے ظالم تھے کہ جب آپ ﷺ واپس جا رہے تھے تو ان میں سے بدتمیز اوباش لوگ آپ کو گالیاں دینے لگے۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ آپ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے پھر پتھر مارنے شروع کر دیئے۔

وہ کیا المناک منظر ہو گا کہ جب وہ بدقسمت افراد آپ ﷺ پر پتھر مار رہے تھے اور آپ کا جسم مبارک لہولہان ہو رہا تھا۔ دنیا کا سب سے عظیم انسان انہی کے فائدہ کی بات بتانے انہیں میلوں کا سفر کر کے گیا اور ان بداخلاقوں نے مہمان کی عزت کرنا تو دور کی بات ان پر پتھر برسائے۔

تین میل دور ایک باغ نظر آیا تو آپ ﷺ اس میں داخل ہو گئے۔ وہاں پر عداس نامی ایک غلام نے آپ کو انگور پیش کئے تو آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کھایا۔ یہ غلام

حضرت یونس علیہ السلام کے علاقے نینوا کا رہنے والا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ وہ بڑا خوش ہوا اور آپ ﷺ کے سر و ہاتھ کو چوما۔

کچھ دیر بعد آپ ﷺ وہاں سے واپس چل پڑے تو راستے میں اللہ پاک کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام اور پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو دو پہاڑوں کے درمیان اس طائف کی بستی کو پیس ڈالا جائے۔

مگر قربان جائیں ہم اپنے پیار کرنے والے پیارے نبی کریم ﷺ پر کہ انہوں نے بدعا دینے کی بجائے دعا کی کہ

مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ برصغیر میں اسلام پھیلانے میں جس شخص کا سب سے زیادہ کردار ہے وہ محمد بن قاسم تھے۔ ان کے آباؤ اجداد طائف کے تھے۔ اگر نبی پاک ﷺ طائف والوں پر بدعا کر دیتے اور وہ سب ہلاک ہو جاتے تو پھر کون محمد بن قاسم پیدا ہوتا اور برصغیر میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالتا۔

اللہ پاک ہمارے نبی پاک ﷺ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں بھی ایسا ہی اخلاق و نرمی عطا کرے۔ آمین

جب آپ واپس آ رہے تھے تو راستے میں ایک بستی ہے جس کا نام نخلہ ہے۔ وہاں آپ ﷺ کے پاس کچھ جن آئے جنہوں نے آپ ﷺ سے قرآن مجید سنا اور ایمان لائے۔

جن کون ہیں؟:

یہ اللہ پاک کی مخلوق ہیں جنہیں اللہ پاک نے آگ سے پیدا کیا۔ قرآن مجید، سورت الکہف میں آتا ہے کہ شیطان بھی جنوں میں سے ایک جن تھا لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیطان پہلے فرشتہ تھا، ان کی بات درست نہیں۔ یہ عام طور پر نظر نہیں آتے۔ ان کا وجود ہے

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ جن کوئی چیز نہیں تو وہ قرآن مجید کی آیات کا انکار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں پوری ایک سورت کا نام سورت الجن ہے جو انتیسویں پارے میں موجود ہے حتی کہ قرآن مجید کی آخری آیت میں بھی جنوں کا تذکرہ ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

آپ ﷺ کی احسان شناسی کی عظیم خواہش:

نبی پاک ﷺ جب مکہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ کو کوئی بھی شخص پناہ دینے کے لئے راضی نہ تھا۔ اتنے میں ایک آدمی جس کا نام مطعم بن عدی تھا اس نے آپ ﷺ کو پناہ دینے کا اعلان کر دیا۔

آپ ﷺ ہمیشہ سے ہی احسان شناس تھے۔ غزوہ بدر میں جب یہی کافر جو آپ کو تکلیف دیتے تھے اور طائف سے واپسی پر مکہ میں داخل نہ ہونے دے رہے تھے، جب قیدی بن کر آپ ﷺ کے پاس لائے گئے تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر مجھ سے ان بدبودار لوگوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔

اللہ پاک ہمیں بھی یہ عمدہ صفت عطا فرمائے کہ جب کوئی ہم پر احسان کرے تو موقعہ آنے پر بھی اس کا اچھا بدلہ دینے والے بن جائیں۔ آمین

آپ ﷺ پھر سے مکہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔

یہ دعوت تین قسم کے افراد کو دی جاتی۔

ایک وہ جو مکہ کے رہائشی تھے۔

دوسرے وہ جو آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں سن کر مکہ آتے تاکہ آپ ﷺ کے بارے میں پوچھ گچھ کریں اور اگر سچے لگیں تو ایمان لائیں۔ ایسے افراد جب آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ انہیں اسلام کی دعوت دیتے اور جسے اللہ پاک توفیق دیتا وہ

مسلمان ہو جاتا۔

تیسرے وہ افراد تھے جو حج وعمرہ کے لئے دور دراز کے علاقوں سے آتے۔ آپ ﷺ جب بھی موقعہ ملتا انہیں بھی تبلیغ کرتے۔

حج پر آنے والے افراد سے عموماً آپ ﷺ منی میں جمرہ عقبہ کی طرف ایک گھاٹی تھی، وہاں ملاقاتیں کرتے اور جو افراد مسلمان ہو جاتے ان سے توحید و نیک اعمال پر دوام و بداعمال سے اجتناب پر بیعت یعنی وعدہ لیتے۔

ان شاء اللہ العظیم اس قسم کی بیعت کے واقعات ہجرت کی کہانی میں ذکر کریں گے۔

❀❀❀❀

آپ ﷺ کس کے ساتھ طائف گئے؟

طائف والوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

کس غلام نے آپ ﷺ کو انگور پیش کئے؟

فرشتے نے آکر کیا کہا؟

برصغیر میں اسلام پھیلانے میں سب سے زیادہ کس نے کردار ادا کیا؟

جن کون ہیں؟

آپ ﷺ نے احسان شناسی کے لئے کیا الفاظ ادا کئے؟

معراج کی کہانی

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک رات آپ ﷺ علی رضی اللہ عنہ کی بہن ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر سوئے ہوئے تھے۔ رات کے کسی پہر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو لے کر حطیم میں آ گئے۔

آپ ﷺ کو لٹایا گیا اور پھر آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا۔ دل کو نکا کر زم زم سے غسل دیا دیا گیا اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر دوبارہ دل کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ بند کر دیا گیا۔

ایک سواری لائی گئی جس کا نام براق تھا۔ یہ سفید رنگ کی تھی۔ گھوڑے و خچر کے درمیان درمیان تھی۔ اس پر آپ ﷺ کو بٹھایا گیا اور بیت المقدس کی طرف سفر شروع ہوا۔

راستہ میں آپ ﷺ نے کئی ایک جگہیں دیکھیں انہی میں سے ایک جگہ دیکھی جہاں کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہاں آپ ﷺ کو ہجرت کر کے آنا ہے۔

بیت المقدس پہنچ کر آپ ﷺ کی سواری کو ایک کھونٹے سے باندھا گیا۔

بہت سے انبیاء علیہ السلام اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور جب وہ بیت المقدس آتے تو اپنی سواری اسی کھونٹے سے باندھتے تھے۔

بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کو جماعت کروانے کا کہا گیا۔ آپ ﷺ نے بطور امام سب انبیاء کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ اسی لئے آپ ﷺ کو اِمامُ الانبیاء یعنی

انبیاء کے اِمام بھی کہا جاتا ہے۔

پھر آسمانوں کی طرف سفر کا آغاز ہوا۔

- پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- دوسرے آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- پانچویں آسمان پر ھارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- اور ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
- ہر نبی علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور تھوڑی بہت گفتگو بھی ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی امت کو جا کر بتایئے گا کہ جنت بڑی زرخیز ہے وہاں سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کہہ کر درخت لگائیں۔

کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی اسے یاد رکھنے کے لئے لفظ "اعیاھما" یاد رکھ لیں۔ یہ لفظ سات حروف پر مشتمل ہے۔ آسمان بھی سات ہی ہیں۔ جس ترتیب سے حروف ہیں اسی ترتیب سے انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس لفظ میں ہر نبی کے نام کے پہلے حروف کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب دوبارہ دیکھیں:

- ......ا سے آدم علیہ السلام
- ......ع سے عیسیٰ علیہ السلام
- ......ی سے یوسف علیہ السلام
- ......ا سے ادریس علیہ السلام
- ......ھ سے ہارون علیہ السلام

❀......م سے موسیٰ علیہ السلام

❀......ا سے ابراہیم علیہ السلام

اس کے بعد آپ ﷺ کو جنت اور جہنم دکھائی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے براہ راست کلام کیا۔

آپ ﷺ بھی جاگتی آنکھوں سے قیامت والے دن جنت میں اللہ پاک کو دیکھیں گے اور اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگ بھی دیکھیں گے۔

اللہ پاک ہم سب کو ان لوگوں میں شامل فرمالے جنہیں جنت میں اس کی سب سے بڑی نعمت یعنی اللہ پاک کو دیکھنا نصیب ہوگا۔ آمین

جب واپس آنے لگے تو اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تین تحفے دیئے۔

((فَأُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ.))

نبی ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں:

(1)...... پانچ نمازیں

(2)......سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، اور

(3)......آپ کی اُمت میں سے ہر اس شخص کے کبیرہ گناہ بھی معاف کر دیے گئے جس نے اللہ کے ساتھ کسی نوع کا شرک نہ کیا ہو۔ (صحیح مسلم)

دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو ہی تینوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نمازیں پہلے پچاس فرض ہوئی تھیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر آپ ﷺ نے ان میں کمی کا سوال کیا تو کرتے کرتے پانچ رہ گئیں۔

اللہ پاک کا کتنا بڑا احسان ہے کہ جب پانچ رہ گئیں تو فرمایا:

((هی خمس ، وهی خمسون .))

بظاہر پانچ (نمازیں) ہیں لیکن (ثواب کے اعتبار سے) پچاس (کے برابر) ہیں۔

(صحیح بخاری:342)

اسلام میں نماز کی اہمیت:

ہمارے معاشرے میں نمازیوں کی بہت سی قسمیں ہیں:

1۔ کئی پورے سال جنازوں کے نمازی ہوتے ہیں۔

2۔ کچھ عیدین کے۔

3۔ کچھ جمعہ کے نمازی ہوتے ہیں۔

4۔ کوئی ایک، کوئی دو، کوئی تین، کوئی چار نمازیں پڑھتا ہے۔

5۔ کوئی پانچ پوری پڑھتا ہے تو کسی ضرورت کے تحت پڑھتا ہے جیسے کہ خود بیمار ہوا یا کوئی قریبی بیمار ہے اس کی بیماری سے پریشان ہو کر پوری پانچ نمازیں شروع کر دیں۔ طلبا نے پیپروں میں اچھے نمبر لینے کی نیت سے پوری پانچ نمازیں شروع کر دیں۔ کاروبار میں کمی ہوئی تو وظیفے اور پانچ نمازیں پڑھنے لگے۔

کام پورا ہوا، نماز ختم اور بہانے شروع:

1۔ ان شاء اللہ العظیم پڑھیں گے۔

2۔ ہمارے لئے دعا کیا کریں۔

3۔ بس جی سستی ہے۔

4۔ کل سے شروع کروں گا۔

یہ وہ جملے ہیں جو نماز سے فرار کے لئے اکثر سننے کو ملتے ہیں۔

البتہ سال میں ایک ایسا موقعہ بھی آتا ہے جب اکثر لوگ پانچ نمازیں پڑھنا شروع کر

دیتے ہیں۔ وہ موقعہ ہے رمضان کا۔

انسان کی کوئی ضرورت وقتی نہیں ہوتی۔ وہ مستقل سال کے بارہ ماہ کھانا کھاتا ہے، کاروبار کرتا ہے، نوکری کرتا ہے، ضرورت کے مطابق سوتا ہے، باتیں کرتا ہے۔

ان ضروریات کی تکمیل اللہ پاک کی دی ہوئی نعمتوں سے ہی ممکن ہے لہٰذا اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے اسے اپنے رب کو ان کاموں سے راضی رکھنا چاہیے جن کا حکم اس رحیم و کریم نے دیا ہے۔ انہی احکامات میں ایک ایسا حکم بھی ہے جو کسی حالت میں بھی معاف نہیں اور وہ ہے نماز۔

ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ انسان سال میں 1 ماہ کھائے، پیے، کاروبار کرے، سوئے، سانس لے، دیکھے، سنے، چلے پھرے اور پورا سال یہ کام نہ کرے، تو پھر پورے سال میں رمضان آنے پر ہی نماز کا اہتمام کرنا اور باقی گیارہ ماہ اس سے صرف نظر کرنا، کبھی پڑھ لی کبھی چھوڑ دی، رب کی احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟

ذرا سوچیے!

نبی کریم ﷺ نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے۔ (سنن نسائی: 3939) کیا یہ فرمان گرامی صرف رمضان کی نمازوں کے متعلق تھا۔

﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (البقرۃ: 43) ''نماز قائم کرو۔'' کا حکم صرف رمضان کے حوالے سے تو نہ تھا۔

اللہ پاک تو فرماتے ہیں:

﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الروم: 31)

''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

پوری زندگی نماز قائم کرنا مشرکین سے تمیز کا ذریعہ ہے۔

سورت القلم آیت 43 میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک جب پنڈلی سے پردہ

اٹھائیں گے اور سب کو سجدہ کا حکم ہوگا تو کچھ لوگ سجدہ نہ کر سکیں اس کا سبب یہ ذکر ہوا کہ:

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَّقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ﴾

''ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔''

یعنی دنیا میں نماز کے لئے پکارا جاتا تھا۔ روزانہ 5 وقت پوری زندگی حی علی الصلوۃ اور نماز کی طرف اور حی علی الفلاح اور کامیابی کی طرف کہ نماز ہی میں کامیابی ہے، کی صدائیں وہ سنتا رہا اور عملی تکبر کا مرتکب ہوا۔ نماز نہ پڑھتا تھا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے پیارے نبی ﷺ نے مسلمان اور کافر کے درمیان فرق ہی نماز کو کہا ہے۔

پھر قیامت کے دن جب لوگوں کی جنت وجہنم کا فیصلہ کیا جائے گا تو فرمایا کہ لوگ جنتوں میں سوال کریں گے مجرموں سے کہ تمہیں کس چیز نے سقر یعنی جہنم میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں:

﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ ''ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔'' (المدثر:43)

نبی کریم ﷺ تو کسی نفلی عمل کو بھی شروع کرتے تو اس پر دوام اختیار کرتے۔ جب کہ ہمارے یہاں رمضان کے بعد مساجد ویران ہو جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز ادا نہیں کرتے تھے (بخاری:3469) یعنی تہجد صرف رمضان میں نہیں بلکہ باقی گیارہ ماہ بھی ادا کرتے تھے۔

اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی مستقل مزاجی سے عبادات کی تلقین کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.)) ''وہ عمل جو مقدار میں اگرچہ کم ہو لیکن جسے خوب پابندی سے انجام دیا جائے۔'' (بخاری:6464)

ایک مرتبہ آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ دریافت فرمایا: یہ کون ہے؟ عرض کیا: فلاں عورت ہے۔ اس کی نمازوں کا بہت چرچا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَهْ ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ .))

"چھوڑ دو تم پر وہی لازم ہے جس کی تم طاقت رکھتے ہو پس اللہ کی قسم اللہ (اجر دینے سے) نہیں تھکتا حتی کہ تم (عمل کرنے سے) تھک جاتے ہو اور اس کے یہاں سب سے پسندیدہ دین وہ ہے جس پر اس کا کرنے والا ہمیشگی اختیار کرتا ہے۔" (صحیح البخاری:43)

آپ ﷺ نوافل تک کے معاملے میں ایسے پابند تھے کہ اگر کسی وجہ سے تہجد ادا نہ کر پاتے تو اس کی جگہ دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔

اور ایک ہمارا معاشرتی رویہ ہے کہ فرض نماز تک صرف رمضان تک محدود ہو کر رہ گئیں ہیں۔

آیئے ہم ابھی سے عہد کرتے ہیں کہ اپنی زندگی میں کبھی نماز نہ چھوڑیں گے کیونکہ پہلا سوال ہی نماز کے بارے ہوگا اور جو اس میں کامیاب ہوا وہ فلاح پا گیا اور جو اس میں ناکام رہا وہ خسارہ میں رہا۔ (ابو داؤد:864)

اے اللہ پاک ہمیں، ہمارے اہل وعیال، خاندان واحباب سب کو نماز کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ایسے دوستوں کی مجلس وغافلوں کے ساتھ سے بچا جن کے سبب رمضان گزرتے ہی ہم نماز سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اے اللہ پاک ہمیں ایسے دوست واحباب عطا فرما جو ہمیں دنیا کی مصروفیات سے نکال کر نماز کا پابند بننے میں ہماری مدد کریں۔ اے اللہ ہم آخری

سانس تک تیرے مطیع وفرمانبردار رہیں اور تجھ سے ایمان کی حالت میں ملیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم، آمین یا رب العالمین .

معراج کے واقعہ سے بہت سے بڑا سبق:

حرم سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کو معراج کہتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتے ہیں یہ سب کام ایک ہی رات کے کچھ حصے میں ہو گیا۔

اس میں حیرانی کی بات بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ معراج کروانے والی ذات تو اللہ پاک کی تھی۔ اور وہ اللہ سب کام کر سکتا ہے۔ بلکہ صرف اتنا کہہ دے ہوجا تو اسی وقت کام ہو جاتا ہے۔

لیکن کفار مکہ کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ انہیں جب بتایا گیا کہ اس طرح حضرت محمد ﷺ کو ایک رات کے بھی حصہ میں معراج کروائی گئی تو وہ مزاق اڑانے لگے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے آپ کے دوست ایسی عجیب عجیب باتیں کرنے لگ گئے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ اس میں عجیب کیا ہے۔ جب ہم نے یہ مان لیا کہ ایک پلک جھپکنے سے پہلے جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آ جاتے ہیں تو پھر اس بات کو ماننے میں کیا عار ہے۔

اللہ پاک ہمیں بھی ان تمام باتوں پر اسی طرح ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا دلیل مان لیا۔ آمین

مگر کافروں کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ایک رات میں بیت المقدس گئے تھے تو اس کے بارے میں بتائیں کہ بیت المقدس کیسا ہے؟ یعنی ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اپنی طرح سے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پھنسانے کی کوشش کی، کیونکہ سب کو علم تھا کہ آپ ﷺ اس سے کبھی بھی بیت المقدس

نہیں گئے تھے۔

یہ بات تھی تو عجیب ہی کہ ایک انسان جو کبھی بیت المقدس نہ گیا ہو اور جب اسے چند لمحات کے لئے لے جایا جائے تو اس سے پوچھو کہ وہاں پر کیا کیا دیکھا؟ بھلا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ چند لمحے کسی جگہ کو دیکھنے والے سے اس بارے میں سوال جواب کئے جائیں۔ لیکن یہ عقل اگر کفار میں ہوتی تو چاہیے کیا تھا؟

اللہ پاک تو پھر اللہ ہی ہیں نا۔ جب ان میں سے ان لوگوں نے سوال کیا جو پہلے بیت المقدس جا چکے تھے کہ دیکھیں تو سہی آپ ﷺ وہاں کی باتیں صحیح بتاتے بھی ہیں یا نہیں؟

تو رب کریم نے آپ ﷺ کے سامنے بیت المقدس کر دیا اور آپ ﷺ اسے دیکھ دیکھ کر اس کی بناوٹ کے بارے بتاتے جاتے۔

کفار تھے کہ حیران و پریشان ہی رہ گئے۔

لیکن نہ ماننا تو ان کی صفت تھی۔ یہ سب دیکھ کر بھی نہ مانے۔

اللہ پاک ہمیں انکار کرنے والوں کی طرح نہ بنائے اور ہمیں اپنی بات ماننے والا بنائے۔ آمین

❀❀❀❀

معراج کی رات آپ کہاں سوئے ہوئے تھے؟

اسراء کسے کہتے ہیں؟

کس سواری پر آپ کو سوار کیا گیا؟

آپ کو امام الانبیاء کیوں کہا جاتا ہے؟

کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی؟

واپسی پر آپ کو کیا تحفے ملے؟

نماز کی اہمیت میں کوئی حدیث بتائیں۔

اسباب ہجرت سے سفر ہجرت کے آغاز تک

جیسا کہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حج پر آنے والے افراد سے عموماً آپ ﷺ منٰی میں جمرہ عقبہ کی طرف جو ایک گھاٹی تھی، وہاں ملاقاتیں کرتے اور جو افراد مسلمان ہو جاتے ان سے توحید و نیک اعمال پر دوام و بداعمال سے اجتناب پر **بیعت یعنی وعدہ** لیتے۔

اس سلسلہ کی باقاعدہ ابتداء نبوت کے گیارہویں سال ہوئی۔ یہ وہ سال تھا جس کے ماہ شوال میں آپ ﷺ کی شادی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔

اسی سال ذوالحجہ کے مہینے میں جب مکہ سے قریباً **ساڑھے چار سو کلو میٹر دور، کھجوروں کی بستی، یثرب** سے کچھ لوگ حج کرنے آئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور چھ افراد نے اسے قبول کرلیا۔

ان نیک سیرت افراد نے اپنے علاقے میں جا کر نبی پاک ﷺ کی باتیں بتائیں تو کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد واقعہ معراج پیش آیا جس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

ان لوگوں کی تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ اگلے سال یعنی **نبوت کے بارہویں سال ذوالحجہ** میں حج کے موقعہ پر آپ ﷺ کے پاس مزید کچھ لوگوں نے آ کر بیعت کی۔ اس بار ان کی **تعداد بارہ** تھی۔ پانچ پرانے والے اور سات نئے۔

چونکہ یہ بیعت جسے وعدہ بھی کہا جا سکتا ہے **وہ منیٰ میں جمرہ عقبہ، جسے حج کے دنوں میں کنکریاں ماری جاتی ہیں، کے قریب ایک گھاٹی** میں لی گئی تھی، اس لئے اسے بیعت عقبہ اولیٰ

کہا جاتا ہے۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

ان لوگوں نے بھی واپس جا کر خوب محنت سے اسلام کی تبلیغ کی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے سال یعنی نبوت کے تیرہویں سال وہاں سے پچھتر 75 افراد جن میں 72 مرد اور 3 عورتیں شامل تھیں، نے آ کر اسی جگہ پر ذوالحجہ میں بیعت کی۔ اسی وجہ سے اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

ان لوگوں کو آپ ﷺ کی باتیں اتنی اچھی لگیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو مستقل طور پر اپنے علاقے میں آنے کی دعوت دے دی۔

یہ بہت ہی اہم اور حساس بات تھی۔ کیونکہ جس علاقے میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی، جہاں جوان ہوئے، شادیاں ہوئیں، اولادیں ہوئیں، رشتہ داریاں تھیں، اس علاقے کو آپ ﷺ نے اتنی تکلیفیں سہنے کے باوجود نہیں چھوڑا۔ اب چند افراد کے بلانے پر ہمیشہ کے لئے کیسے چھوڑ دیتے؟

جب انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا کہ:

1۔ ہر حال میں وہ بات سنیں گے۔
2۔ تنگی وخوشحالی میں مال خرچ کریں گے۔
3۔ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔
4۔ اللہ کے راستے میں کسی ملامت کی پروانہ کریں گے۔
5۔ اور جب آپ ﷺ ان کے پاس آ جائیں گے تو ان کی مدد کریں گے اور ایسے حفاظت کریں گے جیسے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے انہیں جنت کی خوشخبری سنائی۔ یہی اس بیعت کی یعنی وعدے کی شقیں تھیں۔

اسباب ہجرت:

قریش اب بہت ہی زیادہ تنگ پڑ چکے تھے۔ بات بات پر لڑتے جھگڑتے۔ مسلمان اس رویے سے بہت پریشان تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ بہت سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔

کفار اس بات پر بھی غصے میں تھے کہ ان کے ہاتھ سے مسلمان بچ بچ کر مدینہ جا رہے ہیں۔ آخر کار انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کام کے لئے انہوں نے چند نوجوانوں کو تیار کیا اور ایک رات آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

دوسری طرف ایسا آپ ﷺ کو آپ کے رب نے وحی کے ذریعے ان کے گندے منصوبے کی خبر دے دی۔

جس رات کفار نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا، اسی رات آپ ﷺ نے ہجرت کے لئے نکلنے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دینا۔

اسلام میں امانت کی اہمیت:

کوئی بندہ جب کوئی چیز کسی دوسرے کے پاس رکھواتا ہے اور طلب کرنے پر وہ اسی طرح واپس کر دی جاتی ہے، تو اسے امانت کہتے ہیں۔

اسلام میں امانت کی بہت ہی بیان کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((لا ایمان لمن لا أمانة له .))

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں۔" (مسند احمد:12383)

منافق جو جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے، ان کی عادتیں بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے،

جب وعدہ کرتا ہے تو خیانت کرتا ہے اور جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔

ہمارے یہاں کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے اور اس کی کوئی چیز ہمارے پاس ہو تو سب سے پہلے ہم یہی کہتے ہیں: ہمت ہے تو اب اپنی چیز لے کر دکھاؤ۔

قربان جائیں نبی پاک ﷺ پر جنہیں قتل کرنے کے لئے باہر کھڑے ہیں اور آپ ﷺ ان کی امانتیں واپس کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

اللہ پاک ہمیں بھی اپنے نبی پاک ﷺ جیسی ہی اچھی عادتیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جب باہر نکلنے لگے تو اللہ پاک کے حکم سے **ایک مٹھی ریت و چھوٹی کنکریوں** لے کر ان شہید کرنے کے لئے آنے والے افراد کے سروں میں پھینکی اور یہ آیت

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ (یٰسین:9)

"اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کردی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انہیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔"

پڑھتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے اور اللہ پاک کے حکم سے انہیں آپ ﷺ نظر ہی نہ آئے۔

راستے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔

کفار کو جب پتا چلا کہ نبی کریم ﷺ نکل گئے ہیں تو دانت پیسنے لگے۔ ہر طرف بندے دوڑائے۔ انہیں اندازہ تھا کہ آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہی ہجرت کریں گے۔ لہٰذا **مدینہ جانے والے تمام راستوں پر تین دن تک آپ ﷺ کو ڈھونڈتے رہے۔**

آپ ﷺ انہیں ملتے کیسے؟ آپ ﷺ تو مدینہ کی طرف جانے والے راستے پر جانے کی بجائے پہلے بالکل الٹی طرف ایک پہاڑی کی غار جسے **غار ثور** کہا جاتا تھا، میں **تین دن**

تک رہے۔

جب وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تو ان میں سے چند افراد اس پہاڑی پر بھی چڑھے کہ شاید آپ ﷺ نظر آ جائیں۔ جب وہ غار کے قریب پہنچے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ کہیں ان کی نظر آپ ﷺ پر نہ پڑ جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((لا تحزن ان اللہ معنا .))

''گھبرانا نہیں بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

اللہ پاک ہمیں بھی ایسا ایمان وتوکل نصیب فرمائے کہ ہم بھی ہر وقت اس خیال میں رہیں کہ اللہ پاک ہمیں دیکھ رہا ہے، ہماری باتیں سن رہا ہے۔

جب وہ ناکام ہو گئے تو واپس گھروں کو چلے گئے۔ لوگوں کو لالچ دینے لگے کہ اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کے متعلق بتائے گا تو اسے بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔ کئی لوگوں نے اس لالچ میں کئی دن تک آپ ﷺ کی تلاش جاری رکھی۔

مگر جس کی حفاظت اللہ پاک کرے اسے کوئی بھی تکلف نہیں آ سکتی۔

بیعت کسے کہتے ہیں؟

عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کب ہوئی؟

بیعت عقبہ کو بیعت عقبہ کیوں کہ جاتا ہے؟

دوسری بیعت میں کتنے افراد شریک ہوئے؟

مسلمان ہونے والوں نے کن باتوں کا وعدہ کیا؟

آپ ﷺ نے اپنی مٹھی میں کیا بھر کر کافروں پر پھینکا؟

غار ثور سے مدینہ تک سفر کی کہانی

دلچسپ و عجیب واقعات:

نبوت کے چودھویں سال کا آغاز ہو چکا تھا۔ صفر کے مہینہ کے آخری ایام یعنی 27 تاریخ کی بات کہ ہے جب آپ ﷺ اپنے پیارے دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کے لیئے مکہ سے مدینہ کے مخالف سمت چلے اور ایک غار جسے غار ثور کہتے ہیں، اس میں جمعہ ہفتہ اور اتوار کا دن رہے۔ جب مکہ والے آپ ﷺ کا کوئی سراغ نہ لگا سکے تو سوموار کو آپ ﷺ مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

آپ ﷺ کی حفاظت کا منفرد انداز:

سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی آپ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اپنے آپ سے بھی زیادہ آپ ﷺ کی حفاظت کرتے۔

جن دنوں آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار میں تھے ان دنوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ مکہ والوں کے ساتھ رہتے۔ دشمن سارا دن جو سازشیں کرتے تھے وہ رات کو جا کر اس کی اطلاع آپ ﷺ کو دیتے تا کہ آپ ﷺ سارے حالات سے باخبر رہیں۔

اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فُہیرہ سارا دن بکریاں چراتے اور رات کو ان کا دودھ آپ ﷺ کو پیش کرتے۔

چار افراد کا قافلہ:

تین دن بعد صفر کا مہینہ ختم ہو گیا۔ اگلے دن سوموار تھا اور ربیع الاول کی یکم تاریخ صبح

آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف رخ کیا۔

ان دنوں سڑکیں نہیں بنی ہوتی تھیں لہٰذا پہاڑوں اور وادیوں سے گزرنے کے لئے محفوظ راستے وہاں پر کثرت سے سفر کرنے والے افراد ہی جان سکتے تھے۔ لہٰذا ایک ایسا ہی ماہر گائیڈ جس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا، اسے ساتھ لیا۔

وہ آگے آگے چلنے لگا۔ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے تھے۔ ان کے پیچھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر تھے۔ اس طرح آگے سے بھی حفاظت ہوگئی اور پیچھے سے بھی۔

راستے میں کچھ عجیب وغریب واقعات پیش آئے:

1۔ بکریوں کا ایک چرواہا راستے میں ملا۔ اس سے اجازت لے کر دودھ لیا اور اسے ٹھنڈا کر کے آپ ﷺ کو پلایا۔ جب آپ ﷺ نے دودھ پی لیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 2439)

اللہ پاک ہمیں بھی دوسروں کو کھلا پلا کر خوش ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

2۔ راستے میں ایک جگہ ایسی آئی جہاں ایک عورت ام معبد رہتی تھیں۔ وہ آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

اس دن ان کے خاوند بکریاں چرانے گئے تھے۔ ایک مریل بکری گھر پر تھی جو اتنی کمزور تھی کہ جا نہ سکتی تھی۔

جب آپ ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس بکری سے دودھ دوہنے کی اجازت مانگی۔ بولیں کہ "میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ کو اس میں کوئی دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لیں۔"

آپ ﷺ نے اللہ کا نام لیا اور دعا کی۔ بہت بڑا برتن منگوایا اور دودھ دوہنا شروع کر

دیا۔ جب وہ اچھی طرح بھر گیا تو انہیں پلایا پھر دوستوں کو اور پھر خود پیا اور وہاں سے چل پڑے۔

جب ان کے شوہر گھر آئے دودھ دیکھ کر حیران ہوئے۔ ام معبد کہنے لگیں کہ ایک بابرکت ہستی آئی تھی اور پھر ساری بات انہیں سنائی۔ شوہر نے پوچھا کہ اس بندے کا حلیہ کیسا تھا؟ فرمایا:

روشن اور کشادہ چہرے والا

خوش اخلاق

متوازن پیٹ

سر کے بال مکمل اور کمال

مجسم حسن و جمال یعنی بہت ہی خوبصورت

چمکدار آنکھیں

گھنی پلکیں

رعب دار آواز

لمبی گردن

گھنی داڑھی

باریک اور پیوستہ ابرو

خاموش ہوں تو پر وقار

بات کریں تو موتیوں کی طرح

دور سے دیکھیں تو خوبصورت اور بارونق

قریب سے دیکھیں اور بھی حسین و جمیل

شیریں کلام

نپے تلے الفاظ
گفتگو گویا موتیوں کی لڑی
درمیانہ قد
نہ اتنا طویل کہ اچھے نہ لگیں
نہ چھوٹا قد کی معیوب ہو
شگفتہ وتر وتازہ شاخ
خوش منظر
قابل قدر
دوست ایسے کہ ہر وقت پاس رہیں
کچھ کہیں تو خاموشی سے سنیں
حکم دیں تعمیل کے بھاگیں
وہ ایسے تھے کہ جس کی خدمت کی جائے اور بات بھی مانی جائے
نہ تلخ مزاج
نہ فضول باتیں کرنے والے
یہ سن کر شوہر کہنے لگا کہ یہ تو وہی قریشی ہیں یعنی نبی۔

کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم اختیار نہیں کر سکتے جیسے قد، رنگ وغیرہ۔ اللہ پاک نے جس کو جیسے دے دیا دوسرا چاہے بھی تو ویسا قد رنگ وغیرہ نہیں بنا سکتا۔

جبکہ کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان اختیار کر سکتا ہے۔ جیسے کھانے پینے کا طریقہ، چلنے کا انداز، ناخن کی لمبائی، بالوں کا سٹائل وغیرہ۔

محبت کا تقاضا یہ ہے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ نبی پاک ﷺ کی جن صفات کو اختیار کیا جا سکتا ہے، وہ اسے اپنائیں۔ کسی بھی کام کو سنت کہہ کر چھوڑ دینا یہ محبت کا تقاضا نہیں۔

چھوٹا بچہ باپ سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرح کے جوتے پہنتا ہے۔ عید وغیرہ کے موقعہ پر جو عیدی ملتی ہے اس سے نقلی نوٹ اسی لئے خریدتا ہے کہ اس کے باپ کی جیب میں نوٹ ہوتے ہیں تو وہ بھی باپ کی طرح نوٹ رکھنا چاہتا ہے خواہ نقلی ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح بچیاں پرس خریدنا پسند کرتی ہیں کیونکہ ان کی ماں پرس استعمال کرتی ہیں۔ یعنی محبت میں انسان اپنے محبوب جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔

تو آیئے آج سے ہم بھی عہد کرتے ہیں کہ اپنے نبی کریم ﷺ جیسا حلیہ بنائیں گے۔

1...... آپ ﷺ کی داڑھی تھی تو ہم بھی داڑھی رکھیں گے۔

2...... آپ ﷺ کی شلوار ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی تو ہم بھی اپنی پینٹ شلوار ٹراوزر ٹخنوں سے اونچا رکھیں گے۔

3...... آپ ﷺ کے ناخن لمبے نہیں ہوتے تھے تو ہم بھی ہر جمعہ اپنے ناخن کاٹا کریں گے تاکہ لمبے نہ ہوں۔

4...... آپ ﷺ سے بدبو نہیں آتی تھی تو ہم بھی نہادھو کر خوشبو لگایا کریں گے تاکہ ہم سے بھی بدبو نہ آئے۔

5...... آپ ﷺ بڑے تحمل مزاجی سے چلتے تھے تو ہم بھی ایسے ہی چلیں گے۔

6...... آپ ﷺ بڑے سوچ سمجھ کر اچھے انداز میں بات کرتے تھے تو ہم بھی ایسے ہی بات کریں گے۔

7...... آپ ﷺ خوش اخلاق تھے تو ہم بھی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے۔

اللہ پاک عمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

3۔ کفار نے آپ ﷺ کو پکڑنے کے لئے سب لوگوں کو لالچ دیا کہ جو پکڑ کر لائے گا اسے 100 اونٹ دیئے جائیں گے۔

نبی پاک ﷺ جا رہے تھے کہ ایک آدمی کو اندازہ ہوا کہ شاید یہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

اس نے اپنے دوستوں کو یہ بات بتائی تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام سراقہ تھا اس نے سب کے سامنے اس بات کو غلط ظاہر کیا لیکن بعد میں وہ اس خیال سے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر ان کی تلاش میں چل نکلا کہ ہو سکتا ہے وہ آدمی واقعۃً حضرت محمد ﷺ ہوں۔

جب قریب پہنچا تو گھوڑا پھسلا اور وہ نیچے گر گیا۔

ان لوگوں کی عادت تھی کہ فال نکالتے تھے۔ فال نکالنے کا طریقہ یہ ہوتا کہ اپنے تیروں میں سے تیر نکالتے، اگر پسند کا نکل آتا تو سمجھتے کہ کام کرنا چاہیے اور اگر پسند کا نہ نکلتا تو سمجھتے کہ کام نہیں کرنا چاہیے۔

اسلام نے اسے حرام قرار دے دیا اور کام کرنے سے پہلے دو باتوں کا حکم دیا:

1۔ مشورہ:

کسی کام میں پریشانی ہو یا کوئی کام شروع کرنا ہو تو کسی اچھے مخلص آدمی سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے۔ نبی پاک ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف کاموں میں مشورہ کیا کرتے تھے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

2۔ استخارہ:

استخارہ کا مطلب ہے خیر کا طلب کرنا۔

جب بھی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے متردد ہوں تو مسنون طریقہ پر استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام معاملات میں استخارہ کی ایسے تعلیم دیتے جیسے قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6382)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ممنوع اوقات یعنی طلوع، زوال اور غروب کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھیں۔ پھر یہ دعا مانگیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ،

وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ.

اللَّهُمَّ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِي بِهِ.))

''اے اللہ! میں بھلائی مانگتا ہوں تیری بھلائی سے، تو علم والا ہے، مجھے علم نہیں اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے، میرے دین کے اعتبار سے، میری معاش اور میرے انجام کار کے اعتبار سے تو اسے میرے لیے مقدر کر دے اور اسے میرے لئے آسان کر دے اور اس میں میرے لئے برکت ڈال دے۔

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے برا ہے میرے دین کے لیے، میری معاش کے لیے اور میرے انجام کار کے لیے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے جہاں کہیں بھی وہ ہو اور پھر مجھے اس سے مطمئن کر دے۔''

یہ دعاءِ استخارہ ہے۔ اس کے ترجمہ پر خوب غور کرتے ہوئے **اخلاص سے پڑھیں۔**

نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

یقین رکھیں کہ اگر وہ کام اپکے لئے بہتر ہوگا تو ہو جائے گا ورنہ اللہ پاک بہتر اور مفید کی طرف راہ آسان کر دے گا۔

ترجمہ پر غور کریں تو اندازہ ہو جائے گا کہ استخارہ کی دعا متکلم یعنی دعا کرنے والے کے

لئے ہے۔

الفاظ یہ ہیں...... خیرلی...... میرے لئے بہتر ہے تو میرے مقدر میں کر دے۔

غور کریں جو لوگ دوسروں سے رشتہ کرنے کا استخارہ کرواتے ہیں تو بابا جی استخارے والے اپنے لئے دعا کر رہے ہیں اللہ اگر یہ رشتہ میرے لئے بہتر ہے تو میرے مقدر میں کر دے۔ یہ درست نہیں۔

رات سونے سے پہلے ہی استخارہ کرنا لازم نہیں اور پھر یہ سمجھنا کہ استخارہ کر کے سوئیں گے تو خواب آئے گا جس میں اشارہ ہوگا کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں، یہ بھی درست نہیں۔

بہرحال سراقہ نے فال نکالا اور ناپسند تیر نکل آیا مگر انسانی فطرت ہے کہ جو کام سر پر سوار ہو جائے اسے کر کے ہی ہٹتا ہے۔ سو اونٹ کے لالچ میں پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

قریب پہنچے تو نبی پاک ﷺ تلاوت کر رہے تھے۔

آپ ﷺ سفر میں نفل بھی پڑھا کرتے تھے اور تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ آج ہم میں سے اکثر لوگ سفر میں یہ دونوں کام ہی نہیں کرتے۔ ہمیں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے۔ جو سورتیں آتی ہیں کم از کم انہیں ہی زبانی پڑھا کریں۔ صرف تین مرتبہ سورت اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد ہی پڑھ لیں تو ایک قرآن کے برابر ہے۔ آیت الکرسی پڑھنے سے ایک فرشتہ حفاظت کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔ سورت الفاتحہ پڑھنے سے شفاء ملتی ہے۔

تلاوت کے بڑے فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک بہت ہی بڑا فائدہ یہ ہے کہ سفر آسانی سے گزر جاتا ہے اور ٹائم گزرنے کا پتا ہی نہیں چلتا۔ ٹریفک بلاک ہو جائے تو بہت سے لوگ ایک دوسرے پر برسنا شروع ہو جاتے ہیں کہ میری جگہ پر تم کیوں آ رہے ہو۔ اگر ہم تلاوت کرنے کی عادت بنالیں تو ایسی لڑائیوں سے بچ سکتے ہیں۔

سراقہ خود فرماتے ہیں:

آخر جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرآت سنی، نبی کریم ﷺ میری طرف کوئی

توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے، تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لیے ڈانٹا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اس کے آگے کے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو امان کے لیے پکارا۔ میری آواز پر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس طرح مجھے روک دیا گیا تھا۔ اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے مارنے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو قریش کے ارادوں کی اطلاع دی۔ میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا مجھ سے کسی اور چیز کا بھی مطالبہ نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری سے کام لینا لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے ایک امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 3906)

آخر کار آپ مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ مدینہ سے قریبا 3 کلومیٹر پہلے ایک علاقہ میں آپ ﷺ نے قیام کیا۔ وہاں ایک مسجد بنائی جس کا نام مسجد قباء ہے۔ اس مسجد کی اتنی فضیلت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من تطهر في بيته ثم أتى مسجد قباء فصلى فيه ركعتين كان

كعمرة .))

""جس نے اپنے گھر سے وضو کیا اور مسجد قباء آیا اور وہاں دو رکعات ادا کیں تو یہ عمرہ کی طرح ہیں۔""

اللہ پاک ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

پھر وہاں سے مدینہ روانہ ہوئے جہاں آپ کا بڑی محبت و گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔

❀❀❀❀

غارِ ثور کیا ہے؟

مکہ والوں کی خبریں کون دیتا؟

آپ ﷺ نے کس تاریخ کو مکہ چھوڑا؟

راستے میں کس گائیڈ کی خدمات لی گئیں؟

ام معبد کون تھیں؟

آپ ﷺ کا حلیہ کیسا تھا؟

انسان کے اوصاف کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟

ہم آپ ﷺ جیسا حلیہ کیسے اپنا سکتے ہیں؟

کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟

استخارہ کسے کہتے ہیں؟

استخارہ کیسے کرتے ہیں؟

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

یثرب کے قبائل اور بابِ عبداللہ کی کہانی

آپ ﷺ نے جس علاقے کی طرف ہجرت کی اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ آپ ﷺ نے کن حالات میں اسلام کی نشر و اشاعت کی۔

یہاں آباد قبائل کا تعارف:

عرب میں ایک کھجوروں کی بستی تھی جہاں دو بھائی اوس اور خزرج رہتے تھے۔ ان کی آل اولاد بھی یہیں رہتی تھی۔ پھر ہوا یہ کہ یہود کے تین بڑے قبیلے قینقاع، نضیر اور قریظہ بھی یہاں آ گئے۔

یہودی قبائل کی آمد کا قصہ:

ان کے یہاں آنے کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے۔ یہود کو ایک بادشاہ بخت نصر نے بڑی تعداد میں قتل کر دیا تھا۔ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ کھجوروں کی بستی میں ایک نبی آئیں گے تو انہیں غلبہ حاصل ہوگا۔

یہود کے بارہ بڑے قبائل اپنے علاقوں سے جان بچا کر عرب میں آ گئے۔ یہاں دو علاقے کھجوروں کے حوالے سے مشہور تھے۔ ایک خیبر اور دوسرا وہ جہاں اوس وخزرج رہتے تھے۔

نو قبیلے خیبر میں آباد ہو گئے اور تین یہاں پر۔

آباد قبائل کا ذریعہ معاش:

اوس وخزرج کے قبائل کی آمدن کا ذریعہ کھجوروں کے باغات تھے۔

جبکہ یہود قبائل تجارت کرتے تھے۔ ان میں اس وقت کا جنگی اسلحہ یعنی تلواریں،

نیزے، تیر، کمان، کدالیں وغیرہ بنانے کا رجحان زیادہ تھا۔

اوس وخزرج کی لڑائیاں:

اوس اور خزرج کے درمیان اکثر جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ قینقاع اور نضیر کا تعلق خزرج سے اور قریظہ کا تعلق اوس سے تھا۔

یہودیوں کی فراڈیاں یعنی چال بازی:

جب بھی ان دونوں میں لڑائی ہوتی۔ یہ اپنے اپنے دوست یہودی قبیلے کے پاس جاتے اور ان سے مہنگے داموں اسلحہ خریدتے۔ حتیٰ کہ کئی کئی سال کی ہونے والی فصلیں تک گروی رکھوا کر اسلحہ لے لیتے۔

اس طرح یہودی ان کی لڑائی سے فائدہ اٹھاتے۔ مثلاً خزرج والے جب قینقاع اور نضیر کے پاس جاتے کہ ہماری اوس سے لڑائی ہوگئی ہے آپ ہمیں اتنا اسلحہ دے دو تو وہ 10 کی چیز کا 100 مانگتے۔ جب وہ کہتے کہ ہمارے پاس اتنا مال نہیں تو وہ انہیں کہتے کہ تم آئندہ پانچ یا دس سالوں کی کھجوریں ہمیں دے دینا تو ہم تمہیں اسلحہ دے دیتے ہیں تو وہ مان جاتے۔ اسی طرح اوس والے قریظہ سے اسلحہ کے لیتے۔

انسان کی جب لڑائی ہوتی ہے تو انسان غصے سے پاگل ہو جاتا ہے اور اسے اپنے اچھے برے نتیجے کی پروا نہیں رہتی۔ یہی حال اوس اور خزرج کا بھی تھا۔

لڑائیوں میں ان کے بندے بھی مارے جاتے اور کئی کئی سال کی ہونے والی فصلیں بھی یہود کو دے دیتے۔ اس طرح یہودی آرام سے بیٹھ کر کھاتے اور جب اوس وخزرج کو کھجوروں کی ضرورت ہوتی تو انہی کی فصلیں انہیں سود پر بھی دے دیتے۔ اسی لئے جب بھی ان دونوں قبیلوں کی لڑائی ختم ہونے لگتی تو یہودی قبیلے انہیں بھڑکا کر پھر لڑا دیتے۔

لڑائیوں کے خاتمہ کی تجویز:

ان مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے پورا عرب ہی اس علاقے، جسے یثرب کہتے تھے، سے

تنگ تھا۔ اور تو اور اوس و خزرج والے خود بھی پریشان تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے یعنی آگے بڑھ کر مستقل لڑائی کا خاتمہ کون کرے؟

جو بھی ایسا کرتا اسے بعد میں بزدل کہا جاتا کہ لڑائی سے بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ چاہتے دونوں ہی تھے کہ لڑائی ختم ہو جائے۔

اب ہوا کچھ یوں کہ اوس اور خزرج کے بڑے بڑے سردار بیٹھے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ جب بھی لڑائی ہوتی ہے اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ لڑائی کرنے سے پہلے کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اس سبب کو پیش کیا جائے اور وہیں سے فیصلہ کروا لیں تا کہ جو ظلم کرے صرف اسے ہی فوری سزا مل جائے اور اس کی وجہ سے اس کی پوری قوم لڑائی سے بچ جائے۔

بابے عبداللہ کی سرداری کی کہانی:

یہ فیصلہ سب کو پسند آیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ کون سی ایسی متفقہ شخصیت ہو جس کا فیصلہ سب ہی مان لیں۔ بہت سوچ و بچار کے بعد خزرج قبیلے کے ایک بابے، جس کا نام عبداللہ تھا، کو پورے یثرب کا متفقہ سردار بنانے کا فیصلہ ہو گیا۔

سب نے بابے عبداللہ کو مبارک باد دی اور یہ طے ہوا کہ چند مہینے بعد ایک بہت بڑا میلہ لگنا ہے تو اس میں بابے عبداللہ کی تاج پوشی کی جائے تا کہ سارے عرب کو پتا چل جائے کہ ہمارا متفقہ سردار بابا عبداللہ ہے۔ لہٰذا ان دنوں بابا بڑا خوش خوش رہنے لگا مگر اسے کیا پتا تھا کہ اس کی خوشی چند دن کی مہمان ہے۔

ہوا یہ کہ جب نبی کریم ﷺ اس علاقے میں آ گئے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ ﷺ وہاں موجود ہوں اور علاقے کا سردار کوئی اور ہو؟

لہٰذا سب مسلمانوں نے آپ ﷺ ہی کو سردار مانا۔

بابا اس بات پر بڑا ناراض تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی مخالفت شروع کر دی۔

لیکن جب غزوہ بدر میں مشرکین کو بہت بری طرح شکست ہوئی تو اس کو پتا چل گیا کہ

اب اس کی دال نہیں گلے گی۔ اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا۔

بابے کی چال بازیاں:

اس کی حرکتوں کا سب کو ہی پتا تھا کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا۔ سب مسلمان جان گئے کہ یہ سب سے بڑا منافق ہے۔ عربی میں سب سے بڑے منافق کو رئیس المنافقین کہا جاتا ہے۔ جب بابے کو یقین ہو گیا کہ میرے بارے میں سب ہی شک کرتے ہیں تو اب اس نے یہ کرنا شروع کر دیا کہ نماز کے بعد اونچی اونچی کہتا کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں۔

سب لوگوں کو پتا تھا کہ یہ اوپر اوپر سے لگا ہوا ہے۔

مسجد کے نام پر سازش کی کہانی:

اس زمانے میں ہر مسلمان پانچ وقت کی نماز پڑھتا تھا بلکہ تہجد بھی پڑھتا تھا۔

"آج مسلمانوں کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ نماز سے بھاگتے ہیں اور نماز نہ پڑھنے کے بہانے بناتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں سنت کے مطابق پانچ وقت کا پکا نمازی بنائے۔"

لہٰذا جو خود کو مسلمان کہتا ہو اور مسجد میں نہ آئے تو اس کے بارے لوگ شک کرتے کہ یہ مسلمان نہیں رہا۔

اسی لئے بابے اور اس کا ٹولا مسجد میں نماز پڑھنے آتا لیکن یہ کام انہیں بڑا مشکل لگتا۔ بالخصوص فجر اور عشاء میں نیند قربان کرنا اور عصر کے وقت کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے سے تو ان کی جان جاتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے ان نمازوں کے متعلق فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں۔ (بخاری حدیث نمبر: 657)

لہٰذا انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ایک جگہ لے کر آپ ﷺ کو کہیں گے کہ

آپ ﷺ یہاں ایک نماز پڑھیں۔ پھر وہیں آیا کریں گے۔ مسلمان کے خلاف سازشیں بھی یہیں کیا کریں گے۔ اگر کوئی پوچھے کہ تم مسجد نبوی ﷺ میں کیوں نہیں آتے تو کہیں گے کہ اس مسجد کا افتتاح بھی تو آپ ﷺ نے ہی کیا ہے۔ اگر یہ مسجد غلط ہوتی تو یہاں آ کر خود نماز کیوں پڑھی؟

اس پلاننگ پر عمل کرنے کے لئے انہوں نے جگہ خرید کر آپ ﷺ کو یہاں آنے کی دعوت دی۔

مگر اللہ پاک نے آپ ﷺ کو سب بات بتا دی اور حکم دیا کہ اس مسجد کے نام پر منافقین نے جو سازشوں کے لئے میٹنگ ہال بنایا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اس طرح اسے بھی ختم کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے اسے مسجد ضرار کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے بنایا جانے والا وہ ہال جسے مسجد کا نام دیا گیا۔

الغرض بابے کی کوئی سازش کامیاب نہ ہوئی۔

بابے کے بیٹے کی کہانی:

بابے عبداللہ کا بیٹا بڑا ہی پکا مسلمان تھا اور دلچسپ بات یہ کہ اس کا نام بھی عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔

جب بابا مر گیا تو آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کے لئے بابا کا جنازہ بھی پڑھایا مگر اللہ پاک نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ:

﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (المنافقون:6)

”ان پر برابر ہے کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کریں، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبۃ: 84)

''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔''

اللہ پاک ہمیں منافقت سے بچائے۔ نبی کریم ﷺ نے نفاق سے بچنے کی ایک دعا بھی سکھائی ہوئی ہے۔ ہمیں اسے یاد کرنا چاہیے اور ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنَ النِّفَاقِ ، وَأَعْمَالَنَا مِنَ الرِّيَاءِ ، وَأَلْسِنَتَنَا مِنَ الْكَذِبِ ، وَأَعْيُنَنَا مِنَ الْخِيَانَةِ ، إِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

''اے اللہ ہمارے دلوں کو نفاق سے پاک کر دے اور ہمارے اعمال کو ریاکاری سے اور ہماری زبانوں کو جھوٹ سے اور ہماری آنکھوں کو خیانت سے، بلاشبہ تو آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو دلوں میں چھپا ہوا ہے۔'' آمین

❀❀❀❀

یہودی فلسطین سے کیوں بھاگے تھے؟

مدینہ میں کون سے قبیلے رہتے تھے؟

بابا عبد اللہ کون تھا؟

بابا عبد اللہ نبی پاک ﷺ کے خلاف کیوں ہو گیا؟

منافق کسے کہتے ہیں؟

منافق کو کون سی نماز پڑھنا مشکل لگتا ہے؟

مدینے آمد پر تین اہم کام

جمعہ کے دن آپ ﷺ جب قبا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے جمعہ ادا کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک نماز کی کتنی اہمیت ہے۔

اسلام میں جمعہ کی اہمیت:

انسان جب تک اچھی باتیں سنتا رہتا ہے اس کا دل کرتا ہے کہ وہ اچھے کام کرتا رہے۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ سات دنوں بعد جمعہ کو ظہر کی نماز نہ پڑھیں بلکہ اس وقت وہ سب کام چھوڑ دیں۔ سکول کالج یونیورسٹیاں بند کر دیں دکانیں، فیکٹریاں، آفس سب بند کر دیں اور مسجد جائیں۔ وہاں پر اچھی اچھی باتیں نہایت غور سے سنیں۔ اگر کوئی بچہ شور کرے تو اسے روکنے کے لئے بھی اپنا دھیان اس طرف نہ کریں تاکہ جو باتیں سمجھائی جا رہی ہوں اس میں سے کوئی بات سننے سے رہ نہ جائے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کریں۔ سنتیں پڑھیں۔ پھر جو کرنا چاہتے ہیں وہ کریں۔ کس نے دکان، آفس، فیکٹری یا جاب پر جانا ہے تو وہ جا سکتا ہے، کس نے کالج، یونیورسٹی یا اکیڈمی جانا ہے تو وہ وہاں چلا جائے۔

ہم لوگ عام طور پر اس وقت جمعہ پڑھنے جاتے ہیں جب جمعہ کی جماعت کھڑی ہونے والی ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں۔ ہمیں اذان سے پہلے آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔"

(سورۃ الجمعہ:9)

اللہ پاک ہمیں جمعہ کی اذان سے پہلے مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدینہ آنے پر محبت بھرا استقبال:

آپ ﷺ جمعہ پڑھ کر جب مدینہ داخل ہوئے تو لوگوں کا ایک ہجوم آپ ﷺ کو لینے آیا۔ آج سب بڑے خوش تھے کیونکہ نبی پاک ﷺ ان کے علاقے میں آ گئے تھے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر رہیں۔

نبی پاک ﷺ کے ننھیال مدینہ میں رہتے تھے۔ ان کے قبیلے کا نام بنو نجار تھا۔ آپ ﷺ انہی لوگوں کے ساتھ چل پڑے۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر:

آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور ہر ایک آپ ﷺ کی اونٹنی کی رسی پکڑ کر اپنے گھر لے کر جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے سب کو منع کر دیا کیونکہ اللہ پاک کے حکم سے ہی اونٹنی بیٹھنی تھی۔

کچھ دور جا کر اونٹنی ایک جگہ پر بیٹھ گئی پھر کھڑی ہو کر چلنے لگی پھر دوبارہ اسی جگہ پر بیٹھ گئی۔

یہ جگہ دو یتیم بچوں کی تھی اور اس جگہ دو چار کچی قبریں بھی تھیں۔ نبی پاک ﷺ نے حکم دیا کہ اس جگہ کی قیمت دے کر اسے خرید لو۔ بچے کہنے لگے کہ جگہ آپ لے لیں لیکن ہم پیسے نہیں لیں گے۔ آپ ﷺ نے مفت جگہ لینے سے انکار کر دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ یتیموں کا کتنا خیال رکھتے تھے۔ بچوں نے پیار سے کہا کہ ہم نے پیسے نہیں لینے مگر آپ ﷺ نے زبردستی پیسے دیئے تا کہ یہ پیسے ان کے کسی کام آ سکیں۔

اللہ پاک ہمیں بھی ایسے ہی لوگوں کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس جگہ پر موجود قبروں کو اکھاڑ دیا گیا۔ کھدائی کر کے وہاں نرم ریت ڈال دی۔ کھجور کے تنوں کے ستون بنائے اور ان پر کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھت بنا دی گئی۔

اس کمرے کو مسجد کا نام دیا گیا اور یہاں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔

یہ مدینہ میں پہلی مسجد تھی۔ آپ ﷺ کو اس مسجد سے بڑا پیار تھا۔ آپ ﷺ یہیں ساری نمازیں پڑھتے تھے اس لئے اسے مسجد نبوی ﷺ کہا جانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

میری اس مسجد میں نماز، مسجد الحرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔ (صحیح بخاری:1190)

آپ ﷺ مسجد کے ساتھ ہی ایک اونچی جگہ پر بچوں اور بڑوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے۔ طالب علم وہیں سوتے، وہیں کھاتے پیتے بھی تھے لہٰذا یہ صرف مسجد ہی نہیں تھی بلکہ یہ سکول، کالج، یونیورسٹی، ہوسٹل اور میس وغیرہ بھی تھا۔

کوئی لڑائی ہوتی تو مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے لہٰذا یہ عدالت بھی تھی۔

کوئی مہمان آتا تو اسے مسجد میں ٹھہراتے لہٰذا یہ مہمان خانہ بھی تھا۔

کوئی مشورہ کرنا ہوتا تو مسجد میں ہی کرتے لہٰذا یہ میٹنگ ہال بھی تھا۔

جہاد کے لئے میٹنگ بھی مسجد میں کرتے لہٰذا یہ ملٹری ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں کچھ دینا چاہتے وہ بھی اسے مسجد میں رکھ جاتے لہٰذا یہ ویلفیئر آفس یعنی فلاح و بہبود کا مرکز بھی تھا۔

اللہ پاک ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی ایسی مسجدیں بنائیں جہاں یہ سب کام ہوں تا کہ ہر کام کے لئے لوگ مسجد میں آیا کریں۔ اس طرح مسجدیں آباد ہو جائیں گی۔

اور اگر ہم اپنی مسجدوں کے ساتھ علیحدہ سے جھولے لگا دیں تو چھوٹے بچے بھی آنا

شروع ہو جائیں گے۔ جب وہ وہاں کھیلیں گے تو مسجد میں شور بھی نہیں کریں کیونکہ مسجد میں شور نہیں کرنا چاہیے۔

ایک آدمی سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں کھڑا ہوا تھا، کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے یا یہ فرمایا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز اونچی کرتے ہو؟ (صحیح بخاری حدیث نمبر 470)

یعنی مسجد میں شور نہیں کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان بن گئے

پھر آپ ﷺ کو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے گھر لے گئے اور آپ ﷺ وہیں رہنے لگے۔

کچھ دن بعد آپ ﷺ کے بیوی سودہ رضی اللہ عنہا اور بیٹیاں بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں۔ البتہ بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے سسرال والوں نے نہیں آنے دیا۔

مدینہ سے محبت کی وجہ:

مدینہ آنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بڑا ہی شدید بخار ہو گیا تو آپ ﷺ نے دعا کی۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کر جیسا کہ ہمیں (اپنے وطن) مکہ کی محبت تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت عطا کر اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اس کے بخار کو کہیں اور جگہ منتقل کر

دے اسے جحفہ (نامی گاؤں) میں بھیج دے (صحیح بخاری حدیث نمبر 5677)

یہی وجہ ہے کہ سب مسلمان مدینہ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ پاک اس محبت کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

مواخاتِ مدینہ کی کہانی:

ایک دن آپ ﷺ انس رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے مہاجر و انصار بھی بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کو بھائی بھائی بنا دیا۔

پھر دوسرے مہاجر اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا۔

اسی طرح وہاں موجود سب مہاجر اور انصار بھائی بھائی بن گئے۔

عربی زبان میں بھائی کو اخ کہتے ہیں اسی لئے بھائی چارے کو اخوت کہا جاتا ہے۔ اور شہر کو مدینہ۔

اس بھائی بھائی بنانے کے بعد ان لوگوں میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار ہو گیا۔ اسی لئے اسے مواخات مدینہ کہا جاتا ہے یعنی مدینہ میں مسلمانوں کو ملانے اور پیار بڑھانے کے لئے بھائی بھائی بنانے کا واقعہ۔

امیر لوگوں نے اپنے غریب بھائیوں میں اپنی دولت تقسیم کی۔ اس طرح پورے شہر میں تمام مسلمانوں میں ایسا پیار و محبت پیدا ہوا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

میثاقِ مدینہ کی کہانی:

کسی بھی علاقے میں رہنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہاں امن و امان ہو۔ اگر لوگ آپس میں لڑتے رہیں تو وہاں رہا نہیں جاتا۔

مدینہ میں پہلے سے اوس و خزرج رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان میں صلح کروا دی اور ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو ان کا بھائی بنا دیا۔ اس طرح سب مسلمان ایک ہو

گئے۔

مدینہ میں یہودی بھی رہتے تھے۔ انسان جب ایک جگہ رہتے ہیں تو کسی نہ کسی بات پر لڑائی ہو ہی جاتی ہے۔ ہر بندہ سمجھتا ہے کہ وہی سچا ہے لہٰذا لڑائی ختم کرنے کے لئے کسی نہ کسی کو بطور جج فیصلہ کرنا ہوتا ہے تاکہ لڑائی ختم ہو جائے۔

مسلمانوں اور یہودیوں کو لڑائی سے بچانے کے لئے

1۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں آپ ﷺ کو مدینہ کا سربراہ مانا گیا اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ

2۔ کسی بھی لڑائی کی صورت میں آپ ﷺ ہی فیصلہ کریں گے۔

3۔ اگر یہودیوں کا کوئی دشمن یہودیوں پر حملہ کرے گا تو مسلمان یہودیوں کے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور

4۔ اگر مسلمانوں کا کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف لڑیں گے۔

عربی میں معاہدے یعنی اگریمنٹ کو میثاق کہتے ہیں اور شہر کو مدینہ کہتے ہیں۔

اسی لئے مدینہ پاک کی حفاظت کے لئے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو میثاقِ مدینہ یعنی شہر کی حفاظت کا اگریمنٹ کہتے ہیں۔

اس طرح مدینہ ایک محفوظ، پرامن اور فلاحی ریاست بن گیا۔

❀❀❀❀

اسلام میں جمعہ کی کیا اہمیت ہے؟

بنو نجار سے آپ ﷺ کا کیا رشتہ تھا؟

مدینہ میں پہلی مسجد کہاں اور کیسے بنائی گئی؟
مسجد نبوی ﷺ میں کون کون سے کام ہوتے تھے؟
آپ ﷺ کی کون سی بیٹی کو ہجرت نہیں کرنے دی گئی؟
مواخات کسے کہتے ہیں؟
مدینہ کا لفظی مطلب کیا ہے؟
میثاقِ مدینہ کسے کہتے ہیں؟

غزوہ بدر کی کہانی

جب سے مسلمان مدینہ آئے تھے اسی وقت سے کافروں سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں۔ کافر یہ بات پسند نہیں کرتے تھے کہ مسلمان امن سے رہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرح سے تکلیف دینے کی کوشش کی۔

اس بات کا اندازیوں لگائیں کہ جب مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہے تھے تو ان کی قیمتی جائیدادیں ضبط کر لیں، ان کے مکانات پر قبضہ کر لیا، ان سے مال چھین لئے تا کہ یہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جا سکیں۔

امیر مسلمان جب ہجرت کر کے گئے تو ان کے پاس کچھ نہ تھا اور کافران کے مال پر قبضہ کر کے عیاشیاں کر رہے تھے۔

نبی پاک ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ مکہ والوں کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے واپس آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے ان کے بارے مزید معلومات لیں۔ یہ قافلہ چالیس افراد پر مشتمل تھا جس میں قریبا ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کے برابر مال تھا۔

پروگرام یہ بنا کہ یہ مال ان سے لے لیا جائے۔

یہ کوئی ظلم نہ تھا۔ یہاں سے مال لیا جاتا اور وہ لوگ مکہ جا کر وہاں جو مال مسلمانوں سے زبردستی چھینا تھا، اس میں سے اپنا نقصان پورا کر لیتے۔ ویسے بھی ظلم کی ابتدا تو انہوں نے کی تھی۔ مسلمانوں سے ان کا مال چھینا، مارا پیٹا، قتل کیا حتی کہ گھروں سے نکال دیا۔ لہٰذا مسلمانوں کا ان سے مال لینے کے لئے نکلنا کوئی ظلم نہ تھا۔

بہرحال جب قافلے کے سردار ابوسفیان کو اس پروگرام کا علم ہوا تو اس نے ایک بندے

کو پیسے دے کر جلدی جلدی مکہ بھیجا کہ انہیں کہو کہ وہ ہماری مدد کے لئے آئیں۔

مکہ والوں نے جب یہ پیغام سنا تو سب ہی تیار ہو گئے۔ ابوجہل کی قیادت میں تیرہ سو بندوں کا لشکر مدینہ کی طرف چل پڑا۔ ان کے ساتھ بے شمار اونٹ، سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں تھیں۔ اس زمانے میں زیادہ تر لڑائیاں تلوار اور تیر سے ہوتی تھیں۔ لہٰذا تلواروں اور تیروں سے بچنے کے لئے لوہے کی ایک جیکٹ پہنی جاتی جسے زرہ کہتے تھے، ان کے پاس یہ بھی چھ سو کے قریب تھیں۔ اپنی طرف سے یہ لوگ بڑے تکبر سے چلے تھے کہ مسلمانوں کو قتل کر دیں گے۔

دوسری طرف نبی پاک ﷺ قریبا تین سو تیرہ افراد کے ساتھ چل پڑے، جن میں زیادہ انصاری تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔

ابوسفیان کو جب اندازہ ہو گیا کہ نبی پاک ﷺ اس کے قریب پہنچ جائیں گے تو وہ جلدی جلدی راستہ بدل کر قافلے سمیت بھاگ گیا۔

مکہ والوں کو جب پتا چلا کہ ابوسفیان بچ کر بھاگ گیا ہے اور قافلہ بھی بچ گیا ہے تو ان میں سے بہت سے کہنے لگے کہ جس کی حفاظت کے لئے آئے تھے وہ تو بچ گیا ہے لہٰذا اب واپس چلتے ہیں۔ ابوجہل کہنے لگا کہ میں نے واپس نہیں جانا۔

بہرحال تین سو بندے واپس چل پڑے کہ جس کام کے لئے لڑنے آئے تھے وہ مسئلہ تو حل ہو گیا لیکن ابوجہل ہزار بندوں کو لے کر آگے چل پڑا۔

جب نبی پاک ﷺ کو علم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ بھاگ گیا ہے لیکن ابوجہل جنگ کے لئے آچکا ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کہ کیا کیا جائے؟

مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حوالے سے اچھی باتیں کیں لیکن انصار کی تعداد زیادہ تھی اس لئے آپ ﷺ ان سے ان کی رائے لینے کے لئے بار بار پوچھ رہے تھے تو انصار کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ ﷺ کو یہ نہیں

کہیں گے کہ جب ان پر جہاد کا وقت آیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم یہیں بیٹھے ہیں آپ اور آپ کا رب لڑے۔ اس بات سے آپ ﷺ مطمئن ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے مشرکین کی تعداد کا اندازہ لگایا اور آگے چل پڑے۔

آگے ایک گراؤنڈ تھا جس میں مختلف کنویں تھے۔ ان کنوؤں کا نام بدر تھا۔ اسی وجہ سے اس میدان کو بھی بدر کہتے تھے اور علاقے کو بھی بدر کہتے تھے۔ لڑائی بھی یہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو غزوہ بدر کہتے ہیں۔

جنگ کی کہانی:

مشرکین مکہ کا لشکر جہاں بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے بھی کچھ کنویں تھے۔ آپ ﷺ سب سے آگے والے کنویں کے قریب جا کر ٹھہر گئے۔

مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر کے باقی کنویں بند کر دیئے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ جب جنگ سے پہلے کافروں کو پانی نہ ملے گا تو شاید پیاس کی شدت سے وہ ٹھیک طرح لڑ نہیں سکیں گے یا اگر لڑے بھی تو زیادہ نقصان نہیں کر سکیں گے۔

اب گراؤنڈ کا منظر یہ تھا کہ آپ ﷺ کی فوج اس ساحل کے قریب طرف تھی جس طرف سے ابوسفیان اپنا قافلے لے کر بھاگ گیا تھا کیونکہ مسلمان اسی قافلے کی طرف جا رہے تھے۔ جبکہ کافر لوگ دوسرے کونے میں تھے اور سب کنوؤں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔

آپ ﷺ نے جنگ کے لئے فوجی ترتیب سے کھڑے کئے۔ انہیں جنگ کا طریقہ سمجھایا کہ کس وقت کیا کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے لئے ایک اونچی جگہ خیمہ لگایا تھا۔ آپ ﷺ وہاں چلے گئے اور دعا کرنے لگے۔

اللہ پاک نے چار رحمتیں نازل کیں:

1۔ آسمان سے بارش نازل کی۔ جہاں مسلمان کھڑے تھے وہاں سے مٹی وغیرہ صاف ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے کھڑا ہونا آسان ہو گیا اور جہاں کافر کھڑے تھے بارش کے

پانی کی وجہ سے وہاں کیچڑ ہو گیا لہٰذا ان کے لئے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔

2۔ انسان کی فطرت ہے کہ جب پریشان ہو تو اکثر کام ٹھیک نہیں ہوتے۔ پریشانی کا ایک بہت اچھا حل یہ ہے کہ انسان سو جائے۔ جب سو کر اٹھتا ہے تو پریشانی کافی حد تک دور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے تو ڈاکٹر ڈپریشن والوں کو نیند والی گولیاں دیتے ہیں تاکہ یہ سو کر فریش ہو جائیں۔

اب حالات بڑے خراب تھے۔ اللہ پاک نے بھی مسلمانوں کو اونگھ دے دی۔ اونگھ ہلکی سی نیند کو کہتے ہیں اس نیند کی وجہ سے پریشانی ختم ہو گئی اور جب وہ اٹھے تو مکمل فریش تھے۔

ان دونوں باتوں کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا کہ:

"جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تاکہ تمہارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔" (الأنفال:11)

3۔ دراصل کافر زیادہ تھے اور مسلمان کم تھے۔ ہوا یہ کہ جنگ شروع ہوئی تو **مسلمانوں کو کافر کی تعداد کم محسوس ہونے لگی۔**

"جب وہ تمہیں، جس وقت تم مقابل ہوئے، ان کو تمہاری آنکھوں میں تھوڑے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں بہت کم کرتا تھا۔" (الأنفال:44)

اس طرح مسلمانوں میں حوصلہ پیدا ہوا لیکن **بعد میں کافروں کو مسلمان اپنے سے دوگنا** زیادہ نظر آنے لگے۔

"یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔" (آل عمران:13)

اس طرح وہ مسلمانوں سے اور گھبرا گئے اور اللہ پاک نے کافروں کے دلوں میں رعب

ڈال دیا۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:

''عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔'' (الأنفال:12)

4۔ مسلمانوں کی فوج کو ترتیب دینے کے بعد نبی پاک ﷺ جب خیمہ میں چلے گئے تو دعا کرنے لگے۔

آپ ﷺ نے اتنی دعا کی کہ اللہ پاک نے وعدہ کیا کہ وہ فرشتوں کے ذریعے مدد کریں گے۔ پھر اللہ پاک نے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتے بھیجے اور خود بھی مدد کی۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:

''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی کہ بیشک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔'' (الأنفال:9)

یہی وجہ ہے کہ جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمان کہتے تھے ہمارے مارنے سے پہلے ہی کوئی نہ نظر آنے والا کافر کو مار دیتا تھا۔

جنگ کا انجام:

وہ لوگ جو مسلمانوں پر شدید قسم کا تشدد کرتے تھے اور بے دردی سے قتل کیا کرتے تھے، ان کو بدلے میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل جس نے سمیہ رضی اللہ عنہا کی ٹانگوں کو اونٹوں سے باندھ کر ٹانگیں توڑنے کے بعد نیزہ مار کر قتل کیا تھا، آج کے دن اس مظلوم کی بددعا لگی اور وہ دو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

وہ امیہ بن خلف جو بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو باندھ کر مارتا تھا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

اس جنگ میں ایسے ستر ظالموں کو قتل کیا گیا جو مسلمانوں کو قتل کرنے آئے تھے۔ ستر افراد کو قید کر لیا گیا۔ چودہ مسلمان شہید ہوئے۔

ابولہب کا انجام:

مکہ والوں کو جب اپنی شکست کا پتا لگا تو وہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ سب سے زیادہ دکھ ابولہب کو ہوا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد ابولہب کو ایک گلٹی نکلی جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ اس گلٹی کو وہ لوگ عدسہ کہتے تھے اور اسے بڑا منحوس سمجھتے تھے لہٰذا جب ابولہب مر گیا تو اس کی اولاد نے اسے کئی دن وہیں پڑا رہنے دیا پھر ہاتھوں سے اٹھا کر قبر میں ڈالنے کی بجائے لکڑیوں سے گھسیٹ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا۔

سچ ہے کہ نبی پاک ﷺ سے بدتمیزی کرنے والے کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کا ادب کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

قیدیوں کی کہانی:

اس کے بعد آپ ﷺ نے بدر میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

بعض آدمی جو لکھنا جانتے تھے ان کو کہا گیا کہ وہ مدینے کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیں۔

جنگ کے دوران جو کافر مارے جائیں یا بھاگ جائیں تو ان کافروں سے جو مال ملے اسے مال غنیمت کہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق اس مال کو بھی تقسیم کر دیا۔

اس طرح اسلام کا سب سے پہلے بڑا غزوہ جو ہجرت کے دوسرے سال سترہ رمضان کو ہوا، اس میں اللہ پاک نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطا کی اور کافروں کو ذلیل کیا۔ اس کے بعد

سارے علاقے میں مسلمانوں کا رعب پڑ گیا۔

❀❀❀❀

بدر کسے کہتے ہیں؟

ابوسفیان کے پاس کون کتنا سامان تھا؟

مسلمانوں کا ابوسفیان کے قافلے سے مال لینا کیوں درست تھا؟

مکہ والوں کی کمانڈ کون کر رہا تھا؟

دونوں لشکروں کی تعداد کتنی تھی؟

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کیا جواب دیا؟

اللہ پاک نے جنگ میں مسلمانوں پر کون سی چار رحمتیں نازل کیں؟

ابولہب کیسے مرا؟

بدر کے قیدیوں کا کیا بنا؟

غزوہ قینقاع کی کہانی

اسلام میں ہجرت کا دوسرا سال بڑا اہم ہے کیونکہ:

1......اسی سال مسلمانوں اور کافروں کے درمیان پہلی بڑی اور فیصلہ کن لڑائی ہوئی جسے غزوہ بدر کہا جاتا ہے۔

2......اسی سال مال غنیمت کی تقسیم کے احکام نازل ہوئے۔

3......اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

4......اسی سال زکوۃ فرض ہوئی۔

5......اسی سال زکوت کے نصاب کی تفصیلات بتائی گئیں۔

6......اسی سال مسلمانوں نے پہلی مرتبہ عید منائی۔

اللہ پاک نے جہاں یہ سب خوشیاں عطا کیں وہیں آپ ﷺ کو ایک بڑی آزمائش اور ایک بڑا غم بھی پہنچا۔

آزمائش یہ کہ جب اللہ پاک نے آپ ﷺ کو فتح عطا کی تو پورے علاقے میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور کافر جو سامان چھوڑ کر بھاگے تھے وہ بھی واپسی پر مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔

یہ بات بابے عبداللہ کو ہضم نہیں ہوئی کہ مسلمان امیر ہو جائیں۔ اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا لیکن دلی طور پر وہ نہ اللہ پاک کو مانتا تھا اور نہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ کو مانتا تھا۔ اسی لئے اسے منافق کہا جاتا ہے۔ جب اس نے آپ ﷺ کے سامنے کلمہ پڑھا تو آپ ﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ پھر اپنی موت تک وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہی

کرتا رہا۔

غم یہ پہنچا کہ آپ ﷺ کی ایک پیاری بیٹی فوت ہوگئی۔

ہوا یوں کہ جب مسلمان نبی پاک ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے تو آپ ﷺ کی پیاری بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے شوہر یعنی اپنے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لئے ان کے پاس چھوڑ دیا۔

جب آپ ﷺ غزوہ بدر کی خوشخبری کے ساتھ مدینہ پاک واپس آ رہے تھے تو آپ ﷺ کی یہ پیاری بیٹی انتقال کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

یہودی قبیلے قینقاع کی بڑھکیں:

ابھی آپ ﷺ اسی غم میں تھے کہ مدینہ کے سب سے بڑے یہودی قبیلے جس کا نام قینقاع تھا، انہوں نے مسلمانوں سے بدتمیزیاں شروع کر دیں۔

وہ لوگ جگہ جگہ یہ کہتے کہ مسلمانوں کا مقابلہ مکہ والوں کے ساتھ ہوا ہے۔ مکہ والوں کو کیا معلوم کہ کیسے لڑتے ہیں۔ جب کبھی مسلمانوں کا مقابلہ ہمارے ساتھ ہوا تو ہم بتائیں گے کہ کیسے لڑتے ہیں۔

یہودیوں کی بے غیرتی اور بے حیائی:

قینقاع جس محلے میں رہتے تھے وہاں ایک بازار تھا۔ ایک دن ایک عورت کچھ خریدنے وہاں گئی تو ایک بے حیا یہودی دکاندار کہنے لگا کہ اپنا چہرہ دکھاؤ۔ اس عورت نے کہا: کیوں؟ اس عورت نے ایک اپنے اوپر ایک چادر لی ہوئی تھی۔ اس بے غیرت یہودی نے چپکے سے اس عورت کی چادر کا ایک کنارہ کسی چیز سے اڑا دیا۔ جب وہ اٹھی تو چادر اڑ گئی اور ڈوپٹہ اتر گیا۔ اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے یہودی ہنسنے لگے۔

وہاں سے ایک مسلمان گزر رہا تھا اس نے جب یہ بدتمیزی دیکھی تو یہودی سے لڑنے لگا۔ اسی لڑائی میں وہ یہودی مارا گیا۔

بس پھر کیا تھا۔ ہر طرف سے یہودیوں نے حملہ کر دیا اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔
پھر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔

اندازہ لگائیں کہ اسلام اس قدر حیا والا دین ہے جس میں ماں بہن بیٹی خالہ پھوپھو بھانجی بھتیجی نانی دادی وغیرہ کے علاوہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی درست نہیں، لیکن آج کی نسل کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے کہ فلمیں ڈارمے دیکھتی ہے۔ گندے لطفے سنانے والے کو پسند کرتی ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بچے بچیاں ہاتھوں پر ہاتھ پھینکتے ہیں۔ شادیوں پر ڈانس کرتے اور گانے گاتے ہیں۔ فیس بک پر دوستیاں کرتے ہیں۔ سیلفیاں کھینچ کر ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں۔ رات رات بھر لڑکے لڑکیاں باتیں کرتے ہیں۔

ذرا سوچیں!

قیامت والے دن جب نبی پاک ﷺ کو پتا لگے گا کہ ان کے بعد یہ کچھ ہوتا رہا تو ان کے دل پر کیا بیتے گی۔ ہمیں کتنی شرمندگی ہوگی۔

ان شاء اللہ العظیم آج سے ہی ہم بے حیائی کے کاموں سے توبہ کرتے ہیں اور پوری کوشش کریں گے کہ فحاشی سے بچیں۔ اللہ پاک ہماری توبہ قبول فرمائے اور اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ ﷺ کو جب پتا لگا تو آپ ﷺ کو بہت غصہ آیا۔ جس محلے میں قینقاع رہتے تھے، آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے گھیر لیا۔

وہ یہودی جو بڑی بڑی ڈینگیں مار رہے تھے کہ مسلمانو! اگر ہمارے ساتھ تمہاری لڑائی ہوئی تو تمہیں مزا چکھا دیں گے۔ اب وہی ڈرپوک اور بزدل لوگ خوف کے مارے چوہے کی طرح اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی ایک میں بھی لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔

یہ یہودی ہوتے ہی ایسے ہیں۔ یہ کبھی مسلمانوں کو خوش نہیں دیکھ سکتے۔ جب بھی مسلمانوں کو کوئی فائدہ ملتا ہے تو انہیں تکلیف ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ کمزور مسلمانوں پر ظلم

کرتے ہیں لیکن جب جنگ کی باری آتی ہے تو بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔
پندرہ دن آپ ﷺ نے ان کے محلے کو گھیرے رکھا مگر مجال ہے جو کسی ایک نے بھی چوں چیں کی ہو۔

بابے عبد اللہ کی پہلی خرابی:

ان کا بابے عبد اللہ سے بڑا پیار تھا اور بابا بھی ان سے بڑی محبت کرتا تھا۔ جب بابے نے دیکھا کہ میرے دوست خود کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ صرف بڑھکیں ہی لگا سکتے ہیں تو اس نے نبی پاک ﷺ سے سفارش کی کہ اس قبیلے کو چھوڑ دیں کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان بڑی دوستی رہی ہے۔

آپ ﷺ نے اس کی بات مان لی کہ شاید اسی احسان کے بدلے بابا صحیح والا مسلمان ہو جائے۔ لیکن بابا بھی ایک نمبر کا فراڈیا تھا۔ وہ نہ بدلا بلکہ اور چوڑا ہو گیا کہ اس کی بات مانی گئی ہے۔

قینقاع والے مدینہ سے بھاگ گئے لیکن ان کی بدتمیزی کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کا سامان رکھ لیا گیا۔

❁❁❁❁

ہجرت کے دوسرے سال کون سے واقعات پیش آئے؟
بدر سے واپسی پر آپ ﷺ کی کون سے بیٹی فوت ہوئیں؟
یہودیوں نے عورت سے بدتمیزی کیوں کی؟
قینقاع سے کتنے دن جنگ جاری رہی؟

غزوہ سویق کی کہانی

کافروں کے بڑے بڑے سردار غزوہ بدر میں مارے جا چکے تھے۔ یہ ساری لڑائی ابوسفیان کے قافلے کو بچانے کے لئے ہوئی تھی۔ ابوسفیان سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے اسی لئے اس نے قسم کھائی کہ اس وقت تک نہیں نہاؤں گا جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا۔

اب وہ قسم تو کھا بیٹھا تھا مگر بدلہ لینے کا حوصلہ نہ تھا۔ آخرکار ہمت کر کے دوسو بندے ساتھ لئے۔ چونکہ مدینہ بڑی دور تھا اس لئے ستو ساتھ لے لئے کہ چلو بھوک لگے گی تو راستے میں یہی کھالیں گے۔ عربی زبان میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اسے پانی میں ڈال کر پینے سے پیٹ بھر جاتا ہے۔

دوسو بندوں کا یہ قافلہ مدینہ کی طرف چل پڑا۔ جب مدینہ قریب آیا تو ساری اکڑ نکل گئی۔ بارہ میل پہلے ہی بریک لگا لی۔ اب آگے جانے سے ڈر لگ رہا تھا کیونکہ اگر نبی پاک ﷺ کو پتا لگ جاتا کہ یہ اپنی طرف سے بدلہ لینے آئے ہیں تو خوب پھینٹی پڑنی تھی۔

مزاحیہ صورتحال:

پورا قافلہ ہی پریشان تھا کہ اگر بدلہ لئے بغیر واپس گئے تو مکہ والے مذاق اڑائیں گے، آگے گئے تو پھینٹی پڑے گی۔ ابوسفیان الگ سے پریشان تھا کہ اگر بدلہ لئے بغیر واپس گیا تو ساری عمر نہانے کے بغیر گزارنی پڑے گی۔

بزدلوں کی طرح حملہ:

اس کا حل انہوں نے یہ سوچا کہ کسی ایسے بندے کو ماریں جو لڑ نہ سکتا ہو۔ اس لئے

انہوں نے مدینہ کے قریب ایک باغ میں دو نہتے بندوں کو قتل کیا اور واپس بھاگ گئے۔

انہیں ڈر تھا کہ جیسے ہی نبی پاک ﷺ کو پتا لگا تو انہوں نے ہمیں پکڑ لینا ہے اور پھر ہماری خیر نہیں۔ اسی ڈر سے انہوں نے اپنا بہت سا وزنی سامان حتی وہ ستو بھی جو کھانے کے لئے لائے تھے، پھینک دیئے تاکہ وزن کم ہو جائے۔ اس طرح بھاگنے میں آسانی رہے گی۔

آپ ﷺ کو جب پتا لگا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے بندے بھجوائے مگر وہ بھاگ گئے اور مکہ جا کر شور مچانا شروع کر دیا کہ ہم بدلے لے آئیں۔

ستو وزن میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ وہ لوگ اتنا ڈرے ہوئے تھے کہ وزن کم کرنے کے چکر میں ستو بھی پھینک کر بھاگ گئے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ سویق یعنی ستوؤں والی جنگ کہتے ہیں۔

❀❀❀❀

ابوسفیان نے کیا قسم کھائی تھی؟

سویق کسے کہتے ہیں؟

ایک بدتمیز یہودی کا انجام

جب سے غزوہ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی تھی تب سے ہی مشرکین اور یہودیوں کو بڑی تکلیف تھی۔ انہی یہودیوں میں سے ایک نالائق یہودی بڑا ہی بدتمیز تھا۔ یہ مدینہ کے قریب ہی رہتا تھا۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا نام کعب بن اشرف تھا۔ پہلے تو وہ مانتا ہی نہ تھا کہ مسلمان جنگ جیت چکے ہیں۔ جب اسے یقین آ گیا تو اسے بڑا غصہ آیا۔ وہ سیدھا مکہ گیا اور ابوسفیان وغیرہ کو تسلیاں دینے لگا۔

جلا بھنا واپس آیا تو اس نے بات بات پر آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ مسلمان عورتوں کے متعلق گندی باتیں کرتا۔ اس کا دل تھا کہ سارے لوگ مل کر مسلمانوں سے لڑیں اور ان سب کو ہی قتل کر دیں۔

جب نبی پاک ﷺ کو اس بات کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے اسے سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے سزا ملنی بھی چاہیے تھی کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف بولتا تھا اور لوگوں کی ان سے جنگ کروانا چاہتا تھا۔ اس بے وقوف کو شاید اندازہ نہیں تھا کہ جنگ میں بہت سے بندے مارے جاتے ہیں۔ جنگ کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ سے جنگ میں اتنے لوگوں کو مروانے سے بہتر تھا کہ اسے ہی راستے سے ہٹا دیا جاتا تاکہ لڑائی ہونے کا چانس ہی کم ہو جاتا۔

آپ ﷺ نے تین بندوں کو اس کام کے لئے بھیجا۔

کعب بن اشرف کا بہت بڑا محل تھا جس میں وہ رہتا تھا۔ راستے میں اس کی حفاظت کے لئے بہت سے باڈی گارڈ بھی تھے لہٰذا اس تک پہنچنا مشکل تھا۔ ان تینوں نے مل کر ایک

پلان بنایا کہ کسی طرح پہلے اسے اس کے محل سے باہر نکالا جائے پھر حملہ کریں گے۔

پہلے ایک بندہ جن کا نام محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھا وہ اس یہودی کے پاس گئے اور جھوٹ موٹ کہنے لگے کہ جب سے ہم مسلمان ہوئے ہیں، حضرت محمد ﷺ نے ہم سے مال لینا شروع کر دیا ہے۔ ہم تو بڑے غریب ہو گئے ہیں۔

وہ یہودی یہ سن کر بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے۔ ابھی تو انہوں نے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے۔

یہ کہنے لگے کہ جناب آپ امیر آدمی ہیں آپ ہی ہمیں تھوڑا سا غلہ دے دیں ہم بعد میں واپس کر دیں گے۔

یہودی کہنے لگا کہ اپنی عورتیں میرے پاس رکھوا دو۔ جب قرضہ واپس کرو گے تو عورتیں واپس لے جانا۔

یہ کہنے لگے کہ سارے عرب والے ہم پر ہنسیں گے کہ تھوڑے سے غلے کے بدلے اپنی عورتیں بیچ دیں۔

وہ کہنے لگا پھر اپنے بیٹے بطور ضمانت رکھوا دو۔ انہوں نے کہا کہ بات تو وہی ہے کہ پھر ہمارے بچوں کو لوگ طعنہ دیں گے کہ تمہارے باپ نے اپنے کھانے پینے کے لئے تمہیں بیچ ڈالا تھا۔

پھر خود ہی کہنے لگے کہ میرے پاس ایک آفر ہے۔ میں اپنا اسلحہ آپ کے پاس رکھوا دیتا ہوں۔ جب قرضہ واپس کرونگا تو اسلحہ واپس لے جاؤں گا۔ اس بات پر وہ مان گیا۔

دوسرے بندے جن کا نام ابو نائلہ رضی اللہ عنہ تھا، انہوں نے بھی آ کر یہی کہانی سنائی۔ ان سے بھی یہی طے ہوا کہ وہ اسلحہ دیں گے اور قرضہ لیں گے۔

اس طرح ان دونوں نے اس یہودی کو بے وقوف بنا لیا۔ اب دونوں اپنا اسلحہ اس کے محل تک لا سکتے تھے اور کسی کو شک بھی نہ گزرتا۔

پھر ایک دن تینوں ساتھی نکلے اور اس کے محل کے باہر سے اسے آواز دی کہ ہماری بات سنو۔ وہ اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے کہنے لگا کہ میرے دوست آئے ہیں میں ذرا ان سے مل کر آتا ہوں۔ اس نے سر میں بڑی پیاری خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ جب یہ ان کے پاس گیا تو وہ کہنے لگے کہ تھوڑی دور جا کر بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ اس نے کہا چلو۔ تھوڑی دور جا کر ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا آج تو تم نے بڑی کمال خوشبو لگائی ہوئی ہے۔ وہ اور چوڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگے کہ تم نے اپنے سر میں اتنی پیاری خوشبو لگائی ہے کہ میرا دل کرتا ہے کہ تمہارا سر سونگھوں۔

وہ بڑا خوش ہوا اور وہ کہنے لگا سونگھ لو۔ انہوں نے سر نیچے کروا کر سر سونگھا تو اور تعریفیں کرنے لگے۔ وہ اور پھول گیا۔ انہوں نے پھر کہا کہ میں نے خوشبو سونگھنی ہے۔ اس نے پھر سر آگے کر دیا۔ تیسری مرتبہ جب ان کے کہنے پر اس نے سر آگے کیا تو انہوں نے پلاننگ کے مطابق اس کا سر اچھی طرح پکڑ لیا۔

اب یہ یہودی جو نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا تھا، مسلمان عورتوں کے بارے میں بڑی گندی گندی باتیں کرتا تھا اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کا کہتا تھا، مکمل طور پر قابو میں آ گیا تھا۔ اسے اس کے کیے کی سزا کے طور پر ٹھکانے لگا دیا گیا اور اس طرح ایک بڑی لڑائی سے جان چھوٹ گئی۔

کعب بن اشرف کون تھا؟

کعب بن اشرف کو کیوں مارا گیا؟

کعب بن اشرف کو کیسے مارا گیا؟

غزوۂ اُحد کی کہانی

مشرکین مکہ کے ذہن سے غزوہ بدر کی ذلت ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لوگ ہر وقت بدلہ لینے کی باتیں کرتے رہتے۔ آخر کار انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مدینے والوں سے بدلہ لے کر ہی ہٹیں گے۔ مشرکین کے جو بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے، ان کے رشتہ داروں نے تین ہزار بندے تیار کر لئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ تین ہزار اونٹ، دو سو گھوڑے اور سات سو زرہیں لیں اور ابوسفیان کو بڑا سردار بنا کر مکہ چل پڑے۔

ان کے نکلتے ہی آپ ﷺ کے چچا عباس نے ایک بندے کو مدینہ بھیجا کہ ان سے پہلے پہنچ کر آپ ﷺ کو ساری بات بتا دو۔ وہ بڑا تیز نکلا۔ وہ تین دن میں ہی مدینہ پہنچ گیا اور کافروں کی ساری پلاننگ بتا دی۔

یہ خبر سن کر چار کام کئے گئے:

1۔ لوگوں نے ہر وقت ہتھیار باندھنے شروع کر دیئے تاکہ اگر اچانک حملہ ہو جائے تو انہیں ہتھیار لینے کے لئے گھروں کو نہ جانا پڑے۔

2۔ مدینہ پاک میں داخل ہونے والے راستوں پر پہرے دار مقرر کر دیئے۔

3۔ مدینے کی طرف آنے والے راستوں پر بھی لوگ چکر لگاتے تاکہ مشرکین کے داخل ہونے سے پہلے ان پتا چل جائے۔

4۔ سب سے اہم کام یہ کیا کہ آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہر وقت باڈی گارڈ موجود ہوتے تاکہ اچانک کوئی حملہ نہ کر سکے۔

مکے کی ایک عورت کی بدتمیزی:

مکہ سے مدینہ آتے ہوئے راستے میں ایک جگہ آتی ہے جہاں نبی پاک ﷺ کی

والدہ دفن ہیں۔ جب وہاں پہنچے تو ایک عورت کہنے لگی نعوذ باللہ من ذالک ان کی قبر کو اکھاڑ دیں۔ سب نے سمجھایا کہ اگر یہ کسی نے کام کیا تو حالات بہت بگڑ جائیں گے۔

نبی پاک ﷺ کا خواب:

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں کچھ گائیں ہیں جنہیں ذبح کر دیا گیا، میری تلوار کچھ ٹوٹی ہوئی ہے اور ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں ہے۔

پھر بتایا کہ گائیں ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا جائے گا۔ تلوار ٹوٹنے سے مراد یہ ہے کہ میرے خاندان کا کوئی قریبی شہید ہو جائے گا اور ہاتھ زرہ میں ڈالنے کا مطلب ہے کہ مدینہ میں رہ کر لڑیں گے تو نقصان سے بچ جائیں گے۔

بعض لوگوں نے جب زور و شور سے مشورہ دیا کہ ہم باہر جا کر لڑیں گے تو آپ ﷺ نے ان کی بات مان لی۔

جب آپ ﷺ نے باہر جا کر لڑنے کے لئے زرہ پہن لی تو پھر لوگ کہنے لگے چلو اندر ہی لڑتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان انکار کر دیا کیونکہ جب بھی نبی ہتھیار پہن لیں تو فیصلہ کن جنگ کے بغیر نہیں اتارتے۔

مسلمانوں کی روانگی:

ایک ہزار مسلمان سو زرہوں کے ساتھ چل پڑے۔ بعض بچے بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ نبی پاک ﷺ نے بچے واپس بھجوا دیئے۔

بچوں کا شوق جہاد:

ان بچوں میں سے ایک بچہ بڑا اچھا تیز انداز تھا، اسے ساتھ لے لیا تو دوسرا بچہ جو اس سے کمزور تھا وہ کہنے لگا کہ میں اسے کشتی میں ہرا سکتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کشتی کروائی تو کمزور والا بچہ جیت گیا اس طرح وہ بھی ساتھ گیا۔

بابے عبداللہ کی فراڈی:

ابھی نکلے ہی تھے کہ بابا عبداللہ کہنے لگا کہ ہم نے نہیں لڑنا۔ آخر کار وہ تین سو بندے لے کر واپس چلا گیا۔ اس طرح مسلمان سات سو رہ گئے۔

لڑائی کی تیاریاں:

دوسری طرف مکہ والے بھی مدینہ پہنچ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے جنگ کے لئے ایسی جگہ چنی جس میں تین طرف پہاڑی تھی صرف ایک طرف گراؤنڈ تھا۔ اس طرح صرف ایک طرف کو ہی جنگ کرنی پڑنی تھی۔

مکہ والوں کے سر پر ایک چٹان تھی جسے رماۃ کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے پچاس بندوں کو کھڑا کر دیا کہ تم یہی رہنا اور کسی بھی صورت نیچے نہیں اترنا۔

سات شوال کو سب لوگ جنگ کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

نبی پاک ﷺ نے اپنی تلوار نکالی اور ایک بندے کو دے دی۔ ان کا نام ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے سر پر سرخ رمال باندھ لیا۔ سب کو معلوم تھا کہ یہ جب بھی سرخ رمال باندھ لیں تو اگلے کی خیر نہیں۔ پھر انہوں نے اسی طرح کافروں کے سامنے اکڑ اکڑ کر چلنا شروع کر دیا۔

مسلمان کے لئے ایسے اکڑ کر چلنا حرام ہے اور اسے تکبر کی چال کہا جاتا ہے۔ اسلام نے صرف دشمنوں کے سامنے اس طرح چلنے کی اجازت دی ہے تاکہ کافروں پر رعب پڑ جائے۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے ابوسفیان نے مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کرانے کی بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

میدان جنگ کی کہانی:

جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی ہلے میں کافروں کے دس بندے مارے گئے۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کی تلوار لے کر بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جدھر جاتے لوگ بھاگ جاتے۔

اسی طرح حمزہ رضی اللہ عنہ بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ وحشی نامی غلام کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشن دیا گیا تھا۔ اسے کہا گیا تھا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا تو تجھے آزاد کر دیں گے۔ وہ مسلسل حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیچھا کر رہا تھا۔ موقعہ دیکھتے ہی اس نے اپنا برچھا انہیں مار دیا۔ یہ اس زور سے سے لگا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ خون بہنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

جنگ میں دو باپ بیٹا بھی شریک تھے۔ بیٹے کا نام حنظلہ رضی اللہ عنہ اور باپ کا نام ابو عامر تھا۔ یہ بندہ اتنا برا تھا کہ آپ ﷺ اسے فاسق یعنی نافرمان کہتے تھے۔

بیٹا مسلمانوں کی طرف سے شہید ہوا جبکہ باپ کافروں کی طرف سے مارا گیا۔

سچ ہے کہ جسے اللہ پاک ہدایت دیں وہی کامیاب ہوتا ہے۔ جب بیٹا شہید ہوا تو فرشتوں نے انہیں غسل دیا۔ اس وجہ سے انہیں غسیل الملائکہ بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھے اور جب موت آئے تو ایمان کی حالت میں آئے۔ آمین

کافروں کا بڑا حملہ:

مسلمان بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ کافر اب میدان جنگ سے بھاگنا شروع ہو گئے تھے۔ بھاگتے ہوئے اپنا سامان بھی چھوڑ گئے، اس وجہ سے مسلمانوں نے سمجھا کہ ہم جنگ جیت گئے ہیں۔ وہ ان کا سامان اکٹھا کرنے لگے کہ آپ ﷺ کو جا کر دے دیں۔

جس چٹان پر آپ ﷺ نے پچاس بندوں کو کھڑا کیا کہ تم نے یہیں رہنا ہے اور کافروں پر تیز چلانے ہیں، ان میں سے چالیس افراد مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے نیچے اترنے لگے تو

ان کے کمانڈر نے کہا کہ نیچے نہ جاؤ کیونکہ نبی پاک ﷺ نے نیچے جانے سے منع کیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے یہ جنگ کے لئے کہا تھا اور جنگ تو اب ختم ہو گئی ہے لہٰذا ہم نیچے جا رہے ہیں۔

ان بندوں کی ڈیوٹی تھی کہ کافروں پر تیر برسائیں تا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکیں۔ جب وہ لوگ نیچے اترے تو جو کافر بھاگ رہے تھے ان میں سے خالد بن ولید نامی ایک کمانڈر نے دیکھا کہ اب چٹان پر اتنے بندے نہیں رہے۔ اس نے اپنے سپاہی لئے اور چٹان پر باقی رہ جانے والے دس مجاہدین کو شہید کر دیا۔ پھر اسی طرف سے ہوتا ہوا آگے بڑھا اور مسلمانوں کی الٹی طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔ اب جو کافر بھاگ رہے تھے وہ بھی لڑنے کے لئے واپس آ گئے۔

اس طرح مسلمانوں کے سامنے بھی کافر اور پیچھے بھی کافر تھے۔ انہوں نے دونوں طرف سے حملہ کر دیا۔ اب مسلمانوں کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔

1۔ بعض نے گھبرا کر یہ کیا کہ جو سامنے آیا اسے مارنے لگے۔ اس طرح لاعلمی میں اپنے مسلمان بھی مارے گئے۔

2۔ کسی نے خبر مشہور کر دی کہ آپ ﷺ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ مسلمان بڑے پریشان ہوئے۔ جب انسان پریشان ہو تو اچھا بھلا کام خراب ہو جاتا ہے، یہ تو پھر جنگ تھی۔ اس وجہ سے جب کچھ بندوں کے حوصلے ٹوٹنے لگے تو ان کے دوستوں نے آواز لگائی کہ اللہ تو زندہ ہے تم اپنے دین کے لئے لڑو۔ اللہ تمہیں فتح دے گا۔ پھر کسی اور نے یہ کہا کہ جس وجہ سے آپ ﷺ نے جان دی تم بھی اسی پر جان دے دو۔ یہ باتیں سن کر سارے ہی جوش میں آ گئے۔

نبی پاک ﷺ پر حملہ:

دوسری طرف نبی پاک ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ انہیں کسی

نے شہید کر دیا، تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دینے کے لئے انہیں آواز دی۔

وہ کافر جنہیں پتا نہ چل رہا تھا کہ آپ ﷺ کس جگہ کھڑے ہیں انہوں نے آواز سن کر آپ ﷺ پر حملہ کر دیا۔ آپ ﷺ کے پاس اس وقت تقریباً دس صحابی رضی اللہ عنہم تھے۔ سب ہی آپ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے، صرف دو بندے باقی بچے۔ ایک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام طلحہ رضی اللہ عنہ تھا۔

کافر قریب سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ جب وہ آپ ﷺ کے سر پر پہنچ گئے تو ان میں سے تین بندوں نے آپ ﷺ پر حملہ کر دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے کافر بھائی نے آپ ﷺ کو اس زور سے پتھر مارا کہ آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے جس سے ایک دانت ٹوٹ گیا۔ دوسرے کافر نے آپ کی پیشانی زخمی کر دی اور تیسرے نے تو حد ہی کر دی۔ اس کا نام عبداللہ بن قمئہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو کندھے پر تلوار ماری۔ آپ ﷺ نے زرہ پہنی ہوئی تھی اس لئے بچ گئے لیکن تلوار بڑی زور سے لگی تھی۔ بہت دیر تک درد ہوتی رہی۔ پھر اس نے آنکھ پر تلوار ماری۔ آپ ﷺ نے سر اور منہ پر لوہے کی ایک ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ آنکھ تو بچ گئی مگر تلوار آنکھ کے نیچے اس زور سے لگی کہ وہ لوہے ٹوپی جسے خود کہتے ہیں، اس کی نوک آپ ﷺ کے چہرے میں پھنس گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے زیادہ آپ ﷺ کی فکر تھی۔ لہٰذا ایک ایک کر کے سب ہی آپ ﷺ کی طرف بھاگے۔ آپ ﷺ کے دو قریبی دوست ابو عبیدہ بن جراح اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما اڑتے ہوئے پہنچے۔ جب انہوں دیکھا کہ آپ ﷺ کے منہ پر لوہے کی ٹوپی کا نوکیلا کنارہ پھنسا ہوا ہے تو دونوں کی خواہش تھی وہ اسے نکالیں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ یہ کام مجھے کرنے دیں۔ پھر اپنے دانتوں سے زور لگا کر وہ نوک نکالی۔ وہ تو نکل گئی مگر زور لگانے سے اِن کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔

کافروں نے ایک بار پھر آپ ﷺ پر زور دار حملہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ

ﷺ کے اوپر ہو گئے تا کہ آپ ﷺ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ اس طرح کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے انوکھے انداز:

سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی کو آواز دیتے تو وہ آگے سے کہا کرتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جن کے کافر بھائی نے آپ ﷺ کو پتھر مار کر زخمی کیا تھا وہ بڑے اچھے تیز انداز تھے۔ آپ ﷺ انہیں تیر پکڑاتے اور ساتھ ساتھ انہیں کہتے کہ اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جائیں، آپ تیر چلائیں اور یہ تیر چلاتے۔

اندازہ لگائیں کہ نبی پاک ﷺ سعد رضی اللہ عنہ سے کتنا پیار کرتے تھے۔ اللہ پاک ان پر رحمت فرمائے اور ہمیں بھی نبی پاک ﷺ کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی ہی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جب کافر بھاگ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لے کر نبی پاک ﷺ کے پاس آئے تا کہ آپ ﷺ اس سے اپنا خوبصورت چہرہ دھولیں کیونکہ آپ ﷺ کے چہرہ انور سے بہت زیادہ خون نکل رہا تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا چہرہ دھویا۔

ابوسفیان کا چیلنج:

کافروں کا سردار ابوسفیان دور کھڑا تھا۔ اس نے آواز لگائی کہ کیا محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں یا نہیں؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر اس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا۔ پہلے تو کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر پھر عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے کہا کہ سب ہی موجود ہیں۔

مکہ میں جو بڑے بڑے تھے ان۔ میں دو مشہور بتوں کے نام ھبل اور عزی تھے۔ لوگ ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ابوسفیان نے نعرہ لگایا کہ کہ ھبل بلند ہو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو اللہ ہی سب سے بلند اور برتر ہے۔

ابوسفیان کے پھر نعرہ لگایا کہ ہمارے لئے عُزیٰ ہے اور تمہارے لئے عزیٰ نہیں۔

یہ تو بہت بڑی بے وقوفی کی بات تھی کیونکہ جس کا اللہ ہو اسے بتوں کی کیا ضرورت۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جواب دو کہ **اللہ مولانا و لا مولی لکم اللہ ہمارا مولی ہے اور تمہارا کوئی مولانہیں**

پھر ابوسفیان نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

یہ غور کرتا تو کبھی یہ جملہ نہ کہتا کیونکہ غزوہ بدر اور غزوہ احد دونوں میں یہی کافر بھاگے تھے۔ مسلمان نہ بدر میں بھاگے نہ اُحد میں۔ فتح اس کی ہوتی ہے جو میدان جنگ سے نہ بھاگے مگر یہ باتیں ان کی سمجھ سے باہر تھیں لہٰذا شور مچائے جارہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ برابری کیسے ہوئی؟ یعنی اسے غزوہ بدر کا بدلہ کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیونکہ ہمارے جو بندے شہید ہوئے ہیں وہ تو جنت میں ہیں اور تمہارے جو بندے مارے گئے ہیں وہ جہنم میں ہیں۔

پھر **ابوسفیان کہنے لگا کہ آئندہ سال بدر میں پھر لڑیں گے۔** آپ ﷺ کو اندازہ تھا کہ یہ خالی بڑھکیں ہی ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کا **چیلنج قبول** کرلیا۔

پورے ایک سال بعد آپ ﷺ نکلے مگر وہ جو بڑی بڑھکیں مارتا ہوا چیلنج کر کے گیا تھا وہ آیا ہی نہیں۔

جب کافر چلے گئے تو آپ ﷺ نے اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ آپ ﷺ بڑے غمزدہ تھے۔ کافروں نے لاشوں کی بڑی بے حرمتی کی تھی۔ بازو، منہ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں کاٹے اور پیٹ پھاڑ دیئے۔ سب سے زیادہ برا حال **سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ** کا کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں **سید الشہداء** یعنی شہیدوں کا سردار کہا۔

ایک ایک قبر میں کئی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دفن کیا گیا۔ جسے قرآن مجید زیادہ آتا تھا اسے قبر میں پہلے اور باقیوں کو بعد میں دفن کیا جاتا۔

یہ قرآن مجید کی عظمت ہے کہ شہید ہونے کے بعد بھی قرآن مجید کی وجہ سے عزت ملتی ہے۔

اللہ پاک ہمیں بھی پورا قرآن مجید یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے یا کم از کم تیسواں پارہ اور مشہور سورتیں جیسے البقرۃ، الکھف، نور، سجدہ، احزاب، یاسین، الرحمٰن، الواقعہ، الملک وغیرہ یاد کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

مدینہ میں بھی آپ ﷺ کی شہادت کی افواہ پہنچ گئی تھی۔ جب آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ داخل ہوئے تو سب نے اپنے اپنے رشتہ داروں سے پہلے آپ ﷺ کی خیریت پوچھی۔

ایک عورت جس کا شوہر، بھائی اور والد تینوں ہی شہید ہو گئے تھے، وہ بار بار آپ ﷺ کی خیریت پوچھ رہی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں۔ وہ کہنے لگی مجھے دکھاؤ۔ لوگوں نے اشارہ کیا کہ آپ ﷺ وہاں کھڑے ہیں۔ اس نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا کہ كل مصيبة بعدك جلل آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے یعنی کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں تو پھر کوئی پریشانی نہیں۔

اللہ پاک ہمیں بھی اپنے نبی پاک ﷺ سے ایسے ہی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس جنگ میں سینتیس کافر مارے گئے جبکہ انہوں نے دھوکے سے قریبا ستر مسلمان شہید کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آپ ﷺ ساری زندگی انہیں یاد کرتے رہے۔ اپنی زندگی کے آخر میں ایک مرتبہ پھر

ان کی قبروں پر گئے اور دوبارہ جنازہ پڑھا۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ کسی بندے کا دو مرتبہ جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔

اللہ پاک ان سب سے راضی ہو جائے۔ آمین

❁❁❁❁

غزوہ احد کا بنیادی سبب کیا تھا؟

کافروں کی رپورٹ دینے کے لئے مدینہ کس نے بندہ بھیجا؟

کافروں کے حملے کی اطلاع پر مسلمانوں نے کیا حکمت عملی اختیار کی؟

آپ ﷺ نے خواب میں کیا دیکھا؟

بابے عبداللہ نے کیا فراڈی لگائی؟

غزوہ احد کب ہوا؟

آپ ﷺ نے کس صحابی کو اپنی تلوار دی؟

غسیل الملائکہ کس صحابی کو کہا جاتا ہے؟

کتنے صحابہ کو درہ پر مامور کیا گیا تھا؟

کافروں کی طرف سے کس کمانڈر نے پلٹ کر حملہ کیا تھا؟

آپ ﷺ نے کسے فرمایا کہ " آپ پر میرے ماں باپ قربان "؟

غزوہ بدر میں کون جیتا؟

سید الشہداء کسے کہا جاتا ہے؟

حمراء الاسد کا دلچسپ قصہ

غزوہ احد 7 شوال کو ہوا تھا۔ مشرکین سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ مدینہ پر دوبارہ حملہ کردیں۔ لہذا آپ ﷺ نے مدینہ واپس پہنچتے ہی اگلے دن حکم دیا کہ جو بندے غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے صرف وہی دوبارہ چلیں تا کہ مشرکین کو سبق سکھایا جا سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اتنے بندے شہید ہو چکے، زخم بھی لگے اور تھکاوٹ بھی تھی لیکن جب آپ ﷺ نے چلنے کا حکم دیا تو سب ہی تیار ہو گئے۔

ہجرت کے تیسرے سال آٹھ شوال کو یہ لوگ نکلے۔ راستے میں ایک بندہ ملا جس کا نام معبد تھا۔ وہ آپ ﷺ کا بڑا خیر خواہ تھا۔ اسے کہا کہ ابوسفیان کے لشکر کا پتا کرے کہ وہ کہاں ہے پھر وہاں جا کر انہیں ڈرائے۔

یہ جلدی جلدی مشرکین کے لشکر کو تلاش کرتا ہوا ایک جگہ پہنچا جسے حمراء الاسد کہتے تھے۔ یہیں پر سب کافر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا ارادہ تھا یہ وہ لوگ یہیں سے دوبارہ مدینہ پر حملے کے لئے نکلیں۔ ابھی اسی بات پر مشورہ ہو رہا تھا کہ معبد پہنچ گیا اور کہنے لگا آپ ﷺ تو بہت ہی زیادہ بندے لے کر آ رہے ہیں۔ اب تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

چند بندے کہنے لگے کہ ہم بھی لڑیں گے جبکہ باقی ڈر گئے۔ انہیں پتا تھا کہ کل تو ان کا تکا لگ گیا اور مسلمان بے خبری میں مارے گئے تھے۔ اب ایسا نہیں ہوگا اور انہوں نے ہمیں ایسی پھینٹی لگانی ہے کہ ہمیں نانی یاد آ جانی ہے۔ لہذا یہاں سے جلدی جلدی بھاگو۔

ابوسفیان نے بھی بڑی چالاکی دکھائی اور ایک بندے کو رشوت دی کہ آپ ﷺ کے

لشکر کی طرف جاؤ اور انہیں بہانے بہانے بتاؤ کہ مکے والے تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

اسے بھیج کر وہ سب خود جلدی سے بھاگ گئے کہ کہیں واقعی مسلمان آ ہی نہ جائیں۔

دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو اور غصہ میں آ گئے کہ مشرک ہمیں دھمکیاں دیتے ہیں۔ بس اب تو ہم نے انہیں واقعی نہیں چھوڑنا۔ یہ جلدی جلدی حمراء الأسد پہنچے مگر وہ لوگ بھاگے چلے تھے۔ مسلمان یہاں پر دو تین دن رہے۔ جب کوئی بندہ لڑنے نہ آیا تو پھر آ پس آ ئے۔

حمراء الاسد کے مقام پر یہ سارا واقعہ پیش آیا اس لئے اس کو غزوہ حمراء الاسد کہتے ہیں۔

❁❁❁❁

حمراء الاسد کسے کہتے ہیں؟

کافر مسلمانوں سے ڈر کر کیوں بھاگے؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی لازوال داستان

مدینہ کے قریب دو قبیلے رہتے تھے۔ایک کا نام عضل اور دوسرے کا نام قارہ تھا۔ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں یہ نبی پاک ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے علاقے میں اسلام کے متعلق کچھ باتیں پہنچی ہیں۔آپ ﷺ ہمارے ساتھ کچھ افراد بھیج دیں جو ہماری قوم کواسلام کے بارے بتائیں۔

آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا۔

ان کے دل میں پہلے سے ہی چور تھا۔انہوں راستے میں ایک اور قبیلے والوں سے ان مسلمانوں پر حملہ کروادیا۔

وہ سو افراد تھے اور مسلمان صرف دس۔لڑائی میں آٹھ مسلمان شہید ہو گئے اور باقی دو کو وہ پکڑ کر لے گئے اور مکہ میں بیچ دیا۔

مکے والے تو پہلے ہی بدر کی لڑائی میں ہونے والی اپنی ذلت کونہیں بھولے تھے۔انہوں نے دونوں کوخرید کر شہید کر دیا۔

صحابی رضی اللہ عنہ کی نبی پاک ﷺ سے محبت کی سچی کہانی:

ان میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ جن کا نام حضرت خبیب رضی اللہ عنہ تھا،ان کی شہادت کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔

ہوا کچھ یوں کہ جب انہیں قید کر کے مکہ لایا گیا تو انہیں حرم سے باہر ایک جگہ ہے جسے تنعیم کہتے ہیں،آج اس جگہ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا ہے،وہاں لے جا سولی پر چڑھانے لگے تو انہوں نے کہا۔پہلے مجھے دو رکعات پڑھنے دو۔جب انہوں نے دو نفل پڑھ لئے تو کہنے لگے کہ میں

نے اس لئے لمبی نماز نہیں پڑھی، کہیں تم یہ نہ کہو کہ ڈر کے مارے لمبی نماز پڑھ رہا ہے۔ پھر ان کفار پر بدعا کہ کہ اے اللہ ان کو گن لے اور بکھیر کر مارنا اور کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا۔

ابوسفیان کہنے لگا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اپنے گھر بیٹھے ہوتے اور تمہاری جگہ حضرت محمد ﷺ یہاں سولی پر چڑھے ہوتے؟

اس پر انہوں نے محبتِ رسول ﷺ سے لبریز تاریخ ساز جملے بولے جنہیں سونے کے پانی سے لکھا جانا چاہیے۔ فرمانے لگے:

اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں رہوں اور حضرت محمد ﷺ کو جہاں آپ ﷺ ہیں وہیں رہتے ہوئے کانٹا چبھ جائے اور وہ آپ ﷺ کو تکلیف دے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اللہ اکبر۔

اللہ پاک ہم سب کو اپنے پیارے نبی کریم ﷺ سے ایسی ہی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عضل اور قارہ کون تھے؟

آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا؟

خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے ابوسفیان کو کیا کہا تھا؟

ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دھوکہ سے شہادت

اسی ماہ یعنی ہجرت کے چوتھے سال صفر میں ہی ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے قبول نہ کی۔ کہنے لگا آپ ﷺ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میرے ساتھ بھیجیں تا کہ وہ اہل نجد کو اسلام کی دعوت دیں شاید وہ اسے قبول کرلیں۔

آپ ﷺ نے اپنے بہت ہی پیارے ستر ساتھیوں کو اس کے ساتھ بھیج دیا تا کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔

راستہ میں کنواں پڑتا تھا۔جس کا نام معونہ تھا۔کنویں کو بئر کہتے ہیں لہٰذا اس کنویں کو بئر معونہ کہا جاتا تھا۔

وہاں قریب ہی عامر نامی ایک آدمی بھی رہتا تھا۔وہ آپ ﷺ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کا خط دے کر ایک آدمی کو اس کے پاس بھیجا کہ شاید اسے پڑھ کر اس کا دل نرم ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لے لیکن اس نے خط پڑھے بغیر ہی ان کو شہید کر دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کر دیا اور سب کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ صرف تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچ گئے۔ وہ بھی ایسے کہ دو تو اونٹ چرانے گئے تھے اور ایک شدید زخمی ہوئے۔ ان دونوں کو جب پتا چلا کہ اس طرح لڑائی ہوئی ہے تو وہ اپنے دوستوں کو بچانے کے لئے ان کی طرف بھاگے۔ مشرکوں نے ان دونوں میں سے ایک کو شہید کر دیا۔ عامر نامی دشمن جس نے دھوکے سے یہ سب کاروائی کی تھی اس کی ماں نے نذر مانی تھی کہ میں ایک غلام آزاد کرونگی۔ عامر نے بچ جانے والے دوسرے مسلمان جن

کا نام عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ تھا، کو اپنی ماں کی نذر پوری کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔

یہ ابھی واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے ایک قبیلے کے دو آدمی وہاں آئے اور وہ بھی اسی سایے والی جگہ میں لیٹ گئے۔

دار صل ایک ایسا آدمی جس کے ستر دوستوں کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہو وہ اپنی حفاظت کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ شاید اسی لئے جب وہ دونوں سو گئے تو انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔

جب مدینہ پہنچے تو انہیں پتا چلا کہ اُن دونوں کے خاندان کو آپ ﷺ کی طرف سے عہد ملا ہوا تھا یعنی ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

جب کوئی بندہ غلطی سے مارا جائے تو اس کے بدلے قاتل کو نہیں مارتے بلکہ قتل ہونے والے کے گھر والوں کو بہت بڑی رقم دی جاتی ہے جسے دیت کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مارنے والے نے غلطی سے مار دیا تھا۔ اگر وہ جان بوجھ کر کسی مسلمان کو مارتا تو اس کے بدلے میں قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا۔ یہ چونکہ غلطی سے مارے گئے تھے لہذا آپ ﷺ نے ان دونوں کی دیت دینے کا ارادہ کیا۔ دیت کی کہانی آگے آ رہی ہے۔

سب مسلمان ہی اس اندھناک واقعہ پر بڑے دکھی تھے۔ غزوہ احد میں جو ستر مسلمان شہید ہوئے تھے وہ تو چلو لڑے تھے۔ یہ ستر کے ستر تو دھوکے سے شہید کئے گئے تھے۔ آپ ﷺ کو بھی ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کا بہت ہی غم تھا۔ آپ ﷺ نے فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر لگا تار تیس دن ان لوگوں کی خلاف بدعا کی جنہوں نے انہیں دھوکے سے شہید کیا تھا۔ اس طرح بدعا کرنے کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ لوگوں نے تبلیغ دین کے لئے کس قدر قربانیاں دی ہیں تب جا کر یہ پیارا دین ہم تک پہنچا ہے۔ اب ہمارے ذمے ہے کہ ہم اس پر دل و جان سے عمل کریں

اور ہر ممکن طریقے سے اسے لوگوں تک ہر پہنچائیں۔ اللہ پاک ہمیں یہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے شہید کیا گیا؟
قنوت نازلہ کسے کہتے ہیں؟
دیت کسے کہتے ہیں؟
بئر معونہ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ کے قتل کی سازش کی کہانی

بئر معونہ کے دردناک واقعہ کہ جس میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے شہید کیا گیا تھا، ان میں سے صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ بچے تھے جن کا نام عمرو بن امیہ ضمری تھا۔ یہ ان کافروں سے بچ کر بھاگتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ ایک جگہ پر آرام کرنے لے لیٹے تو دو بندے بھی وہیں آ کر لیٹ گئے۔ جب وہ سو گئے تو انہوں نے انہیں اسی دشمن کا آدمی سمجھ کر مار دیا جنہوں نے ان کے ستر دوستوں کو شہید کیا تھا۔ انہیں غلطی لگی کیونکہ یہ بندے وہ نہیں تھے۔ اگر انہیں پتا چل جاتا تو کبھی نہ مارتے۔ جو بندہ غلطی سے مارا جائے اس کی دیت دی جاتی ہے یعنی ہر مرنے والے بندے کے بدلے اس کے گھر والوں کو ایک خاص رقم دی جاتی ہے۔

جب آپ ﷺ کو پتا چلا کہ اس طرح انہوں نے غلطی سے دو یہودی مار دیئے ہیں تو آپ ﷺ ان کی دیت دینے کے لئے بنونضیر کے پاس گئے۔

غزوہ احد کے بعد سے یہ لوگ بڑے بدتمیز ہو گئے تھے۔ بات بات پر لڑنے کی کوشش کرتے۔ شاید یہ سمجھتے تھے کہ غزوہ احد کے بعد مسلمان کمزور ہو گئے ہیں۔

لہٰذا جب آپ ﷺ ان کے پاس گئے تو انہیں ایک مکان کی دیوار کے ساتھ بٹھایا اور انہیں کہا کہ ہم لوگ آپس میں مشورہ کر کے آپ ﷺ کو بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ انتظار کریں۔ اندر جا کر ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ موقعہ اچھا ہے اوپر سے چکی کا پاٹ ان پر گرا دو تاکہ یہ شہید ہو جائیں۔ ایک سمجھ دار بندہ کہنے لگا کہ تمہارے گرانے سے پہلے ہی حضرت محمد ﷺ کے رب نے تمہاری اس سازش کے متعلق انہیں وحی کے ذریعے بتا دینا ہے لہٰذا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن یہودی نہ مانے اور جحاش نامی ایک بندہ چکی گرانے کے لئے

چھت پر چڑھ گیا۔ نیچے دیکھا تو آپ ﷺ وہاں سے جا چکے تھے کیونکہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو ان کے منصوبے کا بتا دیا تھا۔

پھر آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور حکم دیا کہ دس دنوں کے اندر اندر مدینے سے نکل جاؤ۔ انہوں نے سامان پیک کرنا شروع کر دیا لیکن بابا عبد اللہ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ تم نے یہاں سے بھاگنا نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اس یقین دھانی پر وہ لوگ پکے ہو گئے کہ اب تو لڑ کے ہی ہٹیں گے۔

ان کی بستی کے پاس درخت تھے۔ وہ لوگ ان کے پیچھے چھپ چھپ کر تیر چلاتے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ درخت کاٹ کر جلا دیں۔

جب بابے عبد اللہ نے آپ ﷺ کو غصہ میں دیکھا تو چپ کر کے بیٹھ گیا اور یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ ویسے بھی وہ ڈرپوک آدمی تھا۔ جنگ سے اس کی جان جاتی تھی۔ اب یہودی پھنس چکے تھے۔

پندرہ دن بعد انہوں نے عرض کیا کہ وہ خود ہی چلے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی لیکن اسلحہ لے جانے نہیں دیا کیونکہ اگر وہ اسلحہ لے جاتے تو ہو سکتا تھا کہ دوبارہ لڑنے آ جاتے۔ یوں یہودیوں کا دوسرا بڑا قبیلہ بھی مدینہ سے بھاگ گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہودیوں کی سازشوں سے بچائے۔ آمین

❁❁❁❁

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کون تھے؟

انہوں نے غلطی سے یہودیوں کو کیوں مارا تھا؟

یہودی قبیلے نضیر کے خلاف جنگ کیوں کی گئی؟

محاصرہ کتنے دن جاری رہا؟

انہیں اسلحہ کیوں نہیں لے جانے دیا گیا؟

خندق کی کہانی

غزوہ احد سے واپس جاتے وقت ابوسفیان کہہ کر گیا تھا کہ اگلے سال جنگ ہوگی اور نبی پاک ﷺ نے اس کا چیلنج قبول کرلیا تھا۔

چنانچہ اگلے سال چار ہجری شعبان کے مہینے میں آپ ﷺ نے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور بدر چلے گئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی دو ہزار بندوں کے ساتھ مکہ سے نکل آیا۔ ابھی راستے میں ہی تھا کہ ہمت جواب دے گئی۔ کہنے لگا کھانے کو کچھ ہے نہیں، قحط سالی پڑی ہوئی ہے، جنگیں اس وقت اچھی لگتی ہیں جب پیٹ بھرے ہوں۔ بس یہ سننا تھا کہ سارے ہی کہنے لگے کہ چلو جی واپس چلتے ہیں۔ لگتا تھا کہ وہ پہلے ہی انتظار میں تھے کہ جنگ سے بچنے کا کوئی بہانہ ہاتھ آجائے۔ وہ سب وہاں سے بھاگے تو مکہ پہنچ کر ہی دم لیا۔

ادھر نبی پاک ﷺ پورا ہفتہ ان ڈرپوکوں کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ نہ آئے تو واپس مدینہ آگئے۔

بزدل ڈاکوں کی کہانی:

اس بات کو ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ شام کے قریب ایک علاقے جس کا نام دومۃ الجندل تھا، وہاں کے قبیلوں نے ڈاکے ڈالنا شروع کردیئے۔ آپ ﷺ ان کو پکڑنے کے لئے ادھر گئے مگر وہ ڈر کے مارے بھاگ گئے۔

یہودیوں کی سازشیں:

جب سے بنو قینقاع اور بنو نضیر کو نکالا تھا اس وقت سے مکہ میں کافی امن و سکون

ہو گیا تھا۔ یہودی ہمیشہ ہی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں ٹِک کے بیٹھ جاتے۔

بنو نضیر کے سردار قریش والوں کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ چلو سب مل کر مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ تیار ہو گئے اور مکہ کے اردگرد کے قبیلوں کو بھی تیار کر لیا۔ اس طرح مکہ سے چار ہزار اور یہودیوں کے مختلف قبیلوں کے چھ ہزار افراد نے مدینہ پر حملے کا فیصلہ کر لیا۔

انوکھی سکیم:

نبی پاک ﷺ کو جب یہ باتیں پتا چلیں تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ ہر بندہ اپنا اپنا مشورہ دے رہا تھا۔ ایک بزرگ آدمی جن کا نام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھا، انہوں نے کہا کہ جہاں سے کافر حملہ کر سکتے ہیں، وہاں خندق کھود دیتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کو یہ مشورہ بڑا پسند آیا۔ مدینہ پاک کے دو طرف لاوے والی چٹانیں تھیں اور ایک طرف یہودی رہتے تھے جن کا نام بنو قریظہ تھا۔ ان لوگوں سے تو معاہدہ ہوا تھا کہ یہ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے لہٰذا یہاں سے بھی کوئی خطرہ نہ تھا۔ اب ایک طرف جو باقی رہ گئی تھی وہاں پر سب نے مل کر خندق کھودنی شروع کر دی۔

دلچسپ واقعات:

1۔ جب خندق کھودنی شروع کی تو لوگوں سے ایک پتھر نہ ٹوٹ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے خود توڑا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ نبی پاک ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر خود سارے کام کرتے تھے۔ اللہ پاک ہمیں بھی ایسا ہی بننے کی۔ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

2۔ کھدائی کے دوران ایک اور پتھر نہیں ٹوٹ رہا تھا تو آپ ﷺ نے تین ضربیں لگائیں اور ساتھ ساتھ شام، فارس اور یمن کی فتح کی خوشخبریاں سنائیں۔ منافق ہنسیں کہ کھانے کو کچھ ہے نہیں اور خواب پوری دنیا کے دیکھتے ہیں۔

انہیں کیا پتا کہ نبی پاک ﷺ سب باتیں اللہ کی مرضی سے ہی کہتے ہیں اور کچھ ہی

عرصہ بعد اللہ پاک نے سب کچھ فتح کروا بھی دیا۔ اللہ پاک ہمیں اپنے نبی ﷺ کی باتوں کو دل سے ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

3۔ انسان نے جب کافی عرصے سے کچھ نہ کھایا ہو تو اس سے کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں جب کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا تو پیٹ ایک پتھر باندھ لیتے جس سے کھڑا ہونا آسان ہو جاتا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کو اپنا پیٹ دکھایا جس پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنا پیٹ دیکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نبی پاک ﷺ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہی کھاتے پیتے تھے۔ دوسرے بادشاہوں کی طرح خود کھانا اور رعایا کو بھوکا مارنے کا کام نہیں کرتے تھے۔ اللہ پاک ہمارے حکمرانوں کو بھی اپنی رعایا سے ایسی ہی محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

4۔ انہی دنوں میں ایک بڑا ہی مزیدار واقعہ بھی پیش آیا۔ ایک بندے نے بکری ذبح کی اور آپ ﷺ کو دعوت پر بلایا۔ جو جو خندق خود رہا تھا آپ ﷺ نے سب کو دعوت دے دی۔ وہ بندہ بڑا پریشان ہوا جس نے دعوت دی تھی۔ اس نے بیوی کو جا کر یہ بات بتا دی۔ نیک بیوی نے کہا کہ پریشان کیوں ہوتے ہو؟ نبی پاک ﷺ نے خود ہی سب کو دعوت دی ہے لہذا ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

جب نبی پاک ﷺ آئے تو انہوں نے ہانڈی سے سالن اور چھابی سے روٹیاں لینے کا حکم دیا۔ ایک ہزار سے بھی زیادہ بندوں نے روٹی کھائی اور پھر بھی بچ گئی۔ اسے کہتے ہیں معجزہ۔

اِدھر خندق کھدی اُدھر دس ہزار کا لشکر حملہ کرنے آ گیا۔ خندق کی وجہ سے اس جنگ کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ اس مرتبہ مدینہ پر ایک دو قبیلے کے بندوں نے حملہ نہیں کیا تھا بلکہ بہت سے قبیلوں نے مل کر حملہ کیا تھا۔ عربی میں بہت زیادہ لشکروں کو احزاب کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

کافروں کی چالبازیاں:

جب وہ مدینہ پہنچے تو سامنے خندق دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ یہ کیا چیز ہے؟ شروع شروع میں انہوں نے خندق پار کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

جو بندہ خندق پار کرنے کی کوشش کرتا اسے ٹھکانے لگا دیا جاتا۔ آگے سے کافر بھی تیر چلاتے۔ اسی طرح کی ایک لڑائی میں انصار کے قبیلے اوس کے سردار سعد رضی اللہ عنہ کو بھی شدید چوٹ آئی۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم سے بڑی تیزی سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔ انہوں نے دعا کہ اے اللہ موت سے پہلے ان کافروں کا انجام اور رسوائی دیکھا دے۔ اللہ پاک نے ان کی دعا سن لی اور ان کا خون رک گیا۔

یہودیوں کی غداری:

دوسری طرف یہودیوں نے مدینہ میں موجود اپنے رشتہ داروں یعنی بنو قریظہ کو کہنا شروع کر دیا کہ تم پیچھے سے حملہ کرو اور ہم سامنے سے حملہ کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ نہ مانے مگر آخر کار مان ہی گئے۔ پھر انہوں نے چپکے چپکے تلواریں نیزے وغیرہ اکھٹے کرنے شروع کر دیئے۔

آپ ﷺ مدینہ سے کچھ باہر خندق کے پاس تھے۔ یہ باتیں آپ ﷺ تک بھی پہنچ گئیں۔ اب منافق کہیں کہ ہم مدینہ واپس جا رہے ہیں کیونکہ اگر پیچھے سے یہودیوں نے حملہ کر دیا تو گھر والوں کو بچا تو سکیں گے۔ منافق ہمیشہ ہی ایسے کرتے ہیں۔ ذرا لڑائی ہوئی یا ہونے کا چانس بنا تو فوراہی بھاگ گئے۔

ایک بہادر عورت کی کہانی:

یہودی لڑکوں نے مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں کے اردگرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ ایک بہادر مسلمان عورت نے جب یہ دیکھا تو ایسے ہی ایک یہودی کو جو بری نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہا تھا، اسے چھینٹی لگانے کے بعد ٹھکانے لگا دیا۔ یہودی ڈر گئے کہ شاید مسلمانوں نے گھروں میں بھی فوجی موجود ہیں۔

یہ بڑی پریشان کن صورتحال تھی۔ جنگ کی وجہ سے دو تین دن آپ ﷺ کی نمازوں میں بھی تاخیر ہوگئی۔ اسی طرح ایک دن جب آپ ﷺ کی عصر کی نماز رہ گئی تو آپ ﷺ جو کسی کو بھی بد دعا نہیں دیتے تھے، اس بات پر آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے نماز عصر سے غافل کر دیا۔

اسی پریشانی میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے والے ایک یہودی قبیلے غطفان کو مدینے کی فصل میں سے ایک خاص حصے کی آفر کرنے کا پوچھا۔ لیکن سب نے ہی انکار کر دیا۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ ہر اہم بات پر مشورہ کرتے تھے۔ ہمیں بھی اچھے بندوں سے مشورہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی مشورہ مانگے تو صحیح بات بتانی چاہیے کیونکہ مشورہ امانت ہوتا ہے۔

سب سے دلچسپ کہانی کا آغاز:

سب لوگ بڑے پریشان تھے کہ ایک رات آپ ﷺ کے پاس خندق کے باہر سے نعیم بن مسعود نامی یہودی آیا۔ عرض کرنے لگا کہ کسی کو بھی نہیں پتا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ آپ ﷺ بتائیں کہ میں کیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے۔ تم قریظہ اور مشرکین کے درمیان پھوٹ ڈال دو۔

نعیم یہ بات سن کر سیدھا بنو قریظہ کے پاس چلا گیا۔ انہیں جا کر کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتایا ہوں۔ کافروں سے خندق پار وار کوئی نہیں ہونی۔ انہوں نے بھاگ جانا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر کیا کریں؟ کہنے لگا کہ اگر وہ اپنے سردار یعنی تایے بابے تمہیں دے دیں تو پھر ٹھیک ہے کیونکہ جب ان کے بڑے بزرگ تمہارے پاس ہونگے تو یہ انہیں چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور اگر انہوں نے انکار کر دیا تو سمجھ لینا کہ ان سے خندق پار نہیں ہونی اور

انہوں نے یہاں سے سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جانا ہے اور پھر مسلمانوں نے تمہیں نہیں چھوڑنا۔

یہ کہہ کر وہ کافروں کے پاس گیا اور کہا کہ قریظہ والے یہودی جو تمہارے ساتھ ہو گئے تھے، وہ واپس نبی پاک ﷺ کے ساتھ مل گئے ہیں۔ تمہارے پاس آ کر تمہارے سردار مانگیں گے اگر تم نے انہیں اپنے سردار دے دیئے تو انہوں نے انہیں لے جا کر نبی پاک ﷺ کے حوالے کر دینا ہے۔ لہٰذا ہوشیار رہنا اور اپنے سردار انہیں نہ دینا۔

کچھ ہی دیر گزری تو قریظہ والے کافروں کے پاس آ گئے کہ اپنے بڑے سردار ہمارے ساتھ بھیجو تا کہ ہمیں یقین ہو جائے کہ تم خندق پار کئے بغیر نہیں جاؤ گے۔

اس بات سے کافروں کو یقین ہو گیا کہ نعیم سچ کہتا تھا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ بندے واپس گئے اور اپنے سردار کعب بن اسد کو جا کر ساری بات بتا دی۔ اس نے کہا کہ نعیم سچ کہتا تھا کہ ان سے خندق پار نہیں ہوتی اسی لئے انہوں نے سردار نہیں بھیجے۔

اسی رات اللہ پاک کی طرف سے آندھی اور طوفان آیا اور مشرکین کے خیمے اکھڑ گئے۔ وہ دلبرداشتہ ہو کر واپس چل پڑے۔

اس طرح مسلمان ایک بڑی جنگ سے بچ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب ہم حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔

اس غزوہ سے بنیادی طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم مشکل سے مشکل حالات میں بھی اللہ پاک سے ڈرتے ہوئے اس سے مدد مانگیں تو اللہ پاک ضرور مدد کرتے ہیں۔

❁❁❁❁

ابوسفیان نے نبی پاک ﷺ کو کیا چیلنج دیا تھا؟

آپ ﷺ نے چیلنج کا کیا جواب دیا؟

دومۃ الجندل کیا ہے؟

احزاب کسے کہتے ہیں؟

خندق کی کھدائی کے دلچسپ واقعات بتائیں۔

آپ ﷺ نے کس کس علاقے کے فتح ہونے کی خوشخبری سنائی؟

بنوقریظہ نے کیوں غداری کی؟

آپ ﷺ نے کافروں کو کیوں بددعا دی؟

کس بندے نے اسلام قبول کرنے کے بعد کافروں میں پھوٹ ڈلوائی؟

کافروں میں اختلاف کیسے ہوا؟

یہودیوں کی وعدہ خلافی پر خوفناک سزا کا واقعہ

کافروں سے خندق ہی پار نہ ہوئی اور مدینے کے یہودیوں سے بھی اختلاف ہو گیا۔ آندھی وطوفان نے رہی سہی کسر نکال دی تو کافر بھاگ گئے۔ اس وجہ سے نبی پاک ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس گھر آ گئے۔

اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ قریظہ کی طرف چلیں کیونکہ ابھی ان یہودیوں سے بھی بدلہ لینا تھا جنہوں نے نبی پاک ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان سے نہیں لڑیں گے لیکن غزوہ خندق میں لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

آپ ﷺ نے انہیں گھیر لیا۔ پچیس دن بعد وہ کہنے لگے کہ ہم ایک شرط پر ہتھیار پھینکیں گے کہ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کرنا ہوگا وہ سعد رضی اللہ عنہ کریں گے۔ نبی پاک ﷺ نے یہ شرط منظور کر لی۔

غزوہ خندق کے دوران آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ یہ اوس قبیلے کے سردار تھے۔ جاہلیت میں قریظہ اور اوس کی بڑی دوستی تھی۔ قریظہ نے جب نبی پاک ﷺ سے کیا ہوا وعدہ توڑا اور مدینہ کے مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں کر لیں تو سعد رضی اللہ عنہ کو اس بہت غصہ آیا۔ مدینے کے مسلمانوں سے لڑنے کا مطلب اوس سے لڑنا تھا۔ یعنی قریظہ نے اوس کے ساتھ اپنی پرانی دوستی کو بھی توڑ دیا تھا۔

جب سعد رضی اللہ عنہ کو فیصلے کے لئے لایا گیا تو انہوں کے فیصلے سے پہلے سب سے پوچھا کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے کیا وہ سب ہی اسے مانیں گے؟ سب نے کہا کہ مانیں گے۔

پھر سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کے بندے پکڑ لئے جائیں۔ یہ صرف قیدی نہیں بلکہ

جنگی قیدی ہیں یعنی ایسے ظالم افراد جو دشمن کو جنگ میں قتل کرنے کی کوشش کرے اسے جنگی قیدی کہتے ہیں۔ اس لئے اس کی سزا یہی تھی کہ سب کو ٹھکانے لگا دیا جائے تاکہ بعد میں یہ لوگ دوبارہ لڑنے کے لئے نہ آ جائیں۔

درست فیصلہ:

جب بھی کوئی ظالم پکڑا جاتا ہے تو فوراً ہی ماڑا مسکین بن جاتا ہے۔ یہی حال یہودیوں کا تھا کہ پہلے انہوں نے وعدہ خلافی کی اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے خوب ہتھیار جمع کئے۔ پھر ان کا بس نہیں چلا اور وہ پکڑے گئے۔

یہ لوگ زمین پر فساد پھیلانے والے تھے۔ جیسے ایک ڈاکو کسی جگہ لوٹتے ہوئے کسی کو قتل کرنے ہی لگے اور دوسرا اسے قابو کر لے تو کیا خیال ہے کہ وہ بندہ جسے ڈاکو قتل کرنے لگے تھے ان انہیں چھوڑے گا؟ بالکل نہیں۔ اسی طرح آپ کے سامنے آپ کی ماں، بہن، بیوی، بچوں کو کوئی قتل کرنے لگے اور آپ اس پر قابو پالیں تو کیا کریں گے؟ اگر آپ اسے نہ ماریں گے تو وہ آپ کو مار دے گا۔ لہٰذا اپنی جان بچانے کے لئے اسے ماریں گے۔ اسے دفاعی اقدام کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہودیوں کو مارا گیا۔

یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو پسند کیا۔

ان کے باقی قیدیوں کو فروخت کر کے مال حاصل کیا گیا اور اسے تقسیم کر دیا گیا۔

❀❀❀❀

یہودی قبیلے بنو قریظہ پر حملہ کیوں کیا گیا؟

قریظہ والوں کو سخت سزا کیوں دی گئی؟

سزا کس نے سنائی؟

سلام بن ابی الحقیق کا انجام

احد کے واقعہ کے بعد کافر اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہودیوں نے جا کر انہیں کہا کہ آؤ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ پھر سب نے مل کر حملہ کیا جس کی وجہ سے غزوہ احزاب ہوا۔

جنگ پر ابھارنے والے ان شرارتی اور فسادی یہودیوں میں ایک کا نام سلام بن ابی الحقیق تھا۔ یہ ہر وقت کوئی نہ کوئی خرابی کرتا رہتا۔ ایسے بندے ہی لوگوں میں بڑی بڑی لڑائیاں کراتے ہیں اور پھر ان لڑائیوں میں ہزاروں انسان مارے جاتے ہیں لہٰذا اسے ٹھکانے لگانا ضروری تھا۔

اس کام کے لئے ایک انصاری صحابی عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ اس کے علاقے میں گئے۔

یہ بہت بڑے محل میں رہتا تھا جس کے چاروں طرف پہرہ تھا۔ جب سورج غروب ہو رہا تھا تو یہ سر پر ایسے کپڑا ڈال کر بیٹھ گئے کہ جیسے پیشاب کر رہے ہوں۔ دروازے پر موجود چوکیدار نے اندھیرے کی وجہ سے انہیں نہیں پہچانا اور ویسے بھی سر پر کپڑا پڑے ہونے کی وجہ سے چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا:

اوجلدی کرو۔ اندر آنا ہے تو آ جاؤ ورنہ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔

یہ جلدی جلدی اندر داخل ہوئے اور سائیڈ پر ہو کر چھپ گئے۔ جب چوکیدار نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور دروازے کے ساتھ ہی چابیاں لٹکا کر چلا گیا تو انہوں نے وہاں سے چابیاں لیں اور چپکے چپکے اندر چل پڑے۔ وہ یہودی اپنے دوستوں کے ساتھ ایک کمرے میں

بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ جب اس کے سب دوست چلے گئے تو وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں بہت ہی اندھیرا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پتا ہی نہ چل رہا تھا کہ وہ یہودی کہاں بیٹھا ہے؟

اس پر انہیں ایک ترکیب سوجھی۔ انہوں نے اونچی آواز میں اس کا نام لیا۔ وہ آگے سے غصے سے بولا کہ کون ہے؟ انہیں پتا چل گیا کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ بس پھر کیا تھا یہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

ابھی تک کسی کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے۔ صبح جب لوگوں میں خبر پھیلی تو یہ اپنے ساتھیوں سے سمیت وہاں سے نکل کر مدینے آ گئے۔ اس طرح اسے اپنے کیئے کی سزا بھی مل گئی اور سب کو پتا لگ گیا ہے آئندہ کسی کو جنگ کے لئے نہیں بھڑکانا۔

سلام بن ابی الحقیق کون تھا؟

اسے کیوں مارا گیا؟

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے قلعے میں کیسے داخل ہوئے؟

کنواں پر جھگڑے کی کہانی

نبی کریم ﷺ کو مدینہ ہجرت کئے ہوئے قریبا چھ سال ہو چکے تھے۔ کافروں سے تین بڑی جنگیں بھی ہو گئی تھیں اور مدینے میں رہنے والے یہودیوں کی وعدہ خلافیوں اور سازشوں کی وجہ سے انہیں مدینے سے نکال دیا گیا تھا۔ اب کچھ سکون تھا کہ شعبان کے مہینے میں ایک بری خبر ملی۔ وہ خبر یہ تھی کہ ایک قبیلہ جسے بنو مصطلق کہتے تھے، اس کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے دوسرے عرب قبائل سے بات چیت شروع کر دی ہے۔

یہ بہت پریشان کن بات تھی کیونکہ اگر انہیں شروع میں ہی نہ روکا گیا تو اس طرح ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی قبیلہ اٹھے گا اور جنگ شروع کر دے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے پہلے اس خبر کی اچھی طرح تصدیق کی۔ جب بات کنفرم ہو گئی تو مسلمانوں کو ساتھ لیا اور اس کی طرف چل پڑے۔

اب دو ہی صورتیں تھیں۔ مکمل طور پر جنگ کریں یا کوئی ایسا کام کریں جس سے بڑی جنگ سے بچا جا سکے۔ جنگ ہوتی تو زیادہ بندے مارے جاتے لہٰذا آپ ﷺ نے بڑی جنگ سے بچنے کے لئے یہ منصوبہ بنایا کہ رات کے وقت اچانک ہی ان پر حملہ کر دیا جائے۔ انہیں اس طرح کے حملے کا بالکل بھی اندازہ نہ تھا۔ بہرحال پہلے ہی ہلے میں ان کا سردار اپنے کچھ افراد کے ساتھ مارا گیا اس کے بعد باقی قبیلہ ڈر گیا اور جنگ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس طرح اللہ پاک نے کسی بھی بڑی جنگ کے بغیر ہی فتح عطا فرما دی۔

اس قبیلے کے سردار کی بیٹی کا نام جویریہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ بہت اچھی عورت تھیں۔

آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور پھر بعد میں ان سے نکاح کر لیا۔ اس قبیلے والوں کو اس شادی کا فائدہ یہ ہوا کہ اب چونکہ وہ نبی پاک ﷺ کے سسرال والے بن گئے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں نے انہیں آزاد کر دیا۔

بابے عبداللہ کی خرابیاں:

یہ ایسا غزوہ تھا کہ اس میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ منافقوں کا سردار بابا عبداللہ بھی گیا تھا۔

منافق جہاں بھی جاتا ہے ہمیشہ خرابیاں ہی پیدا کرتا ہے۔ بابے عبداللہ نے اپنی عادت کے عین مطابق بہت بڑی خرابی پیدا کی۔ واقعہ کچھ یوں ہوا کہ

جب اس سفر سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ایک کنواں آیا جس کا نام مُریسیع تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ سب سے پہلے کنویں سے پانی لے کر آپ ﷺ کے لئے رکھتے۔ بعد میں خود استعمال کرتے۔ اتفاق سے اس کنویں پر دو بندے اکٹھے ہی پہنچ گئے۔ ایک عمر رضی اللہ عنہ کا غلام جہجاہ اور دوسرے سنان جُہنی۔ جہجاہ مہاجر اور سنان انصاری تھے۔ ان میں تو تو میں میں ہو گئی۔ انصار اور مہاجر دونوں اکٹھے ہو گئے اور خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں لڑ ہی نہ پڑیں۔ آپ ﷺ کو پتا لگا تو سخت ناراض ہوئے۔

لڑنا بہت بڑی بات ہے۔ لڑائی کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ دشمن پر اس کا رعب ختم ہو جاتا ہے کیونکہ دشمن سمجھتا ہے کہ یہ تو آپس میں ہی اکٹھے نہیں لہٰذا اکیلے اکیلے وار کر کے نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ اتفاق میں برکت ہے۔ ویسے بھی جو بندہ حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے تو آپ ﷺ نے اسے جنت میں گھر کی خوشخبری سنائی ہے۔

اللہ پاک ہم سب میں اتفاق رکھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائیاں کرنے کی بجائے صبر و درگزر کی عادت عطا فرمائے۔ ویسے بھی لڑائی کرنا بری بات ہے۔ لڑائی سے نفرت پھیلتی ہے جبکہ اسلام نفرت پھیلانے نہیں آیا، محبت اور امن پھیلانے آیا ہے۔

جب بابے عبد اللہ کو اس لڑائی کا پتا چلا تو اپنے دوستوں کو کہنے لگا کہ ہم نے یعنی مدینے والوں نے ان مہاجروں کو رہائش دی اور اب ان کے غلام بھی ہم سے لڑتے ہیں۔ مدینے جا کر عزت والا ذلیل کو باہر نکال دے گا۔

جب وہ یہ بڑھکیں مار رہا تو وہاں پر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نامی ایک بچہ بھی موجود تھا۔ اس نے نبی پاک ﷺ کو جا کر ساری بات بتا دی۔

آپ ﷺ نے بابے کو بلا کر پوچھا تو ڈر کے مارے وہ صاف مکر گیا کہ میں نے تو ایسی ویسی کوئی بات کی ہی نہیں۔

لڑائی سے بچنے کے لئے آپ ﷺ کی زبردست پلاننگ کی۔

آپ ﷺ نے فورا قافلے کو چلنے کا حکم دیا۔ قافلے کو رکنے کی اجازت نہ تھی۔ اکٹھی قصر نمازیں پڑھتے اور چل پڑتے۔ آرام کا موقعہ ہی نہ مل رہا تھا۔ لہٰذا جب بھی تھوڑی دیر رکتے تو لوگ تھکے ہونے کی وجہ سے فوراً ہی سو جاتے اور آپس میں باتیں کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ یہ آپ ﷺ کی بڑی زبردست پلاننگ تھی کیونکہ اگر لوگ آرام سے آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنا شروع کر دیتے تو بابے نے پھر لڑائی کرا دینی تھی۔

نبی کریم ﷺ جب بھی کسی سفر پر جاتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ جس کا نام نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے۔ اس مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا تھا تو آپ ﷺ نے انہیں ساتھ لے لیا۔ ان کے لئے ایک ڈولی رکھی ہوئی تھی جس میں یہ بیٹھ جاتیں اور اسے اونٹ پر رکھ کر دیا جاتا۔ ایک جگہ پر رکے تو عائشہ رضی اللہ عنہا ڈولی سے نکل کر واش روم کے لئے دور چلی گئیں۔ انہیں وہاں دیر لگ گئی۔ دوسری طرف آپ ﷺ جلدی جلدی قافلے کو لے کر آگے چلے گئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وزن بہت کم تھا اس لئے ڈولی اٹھانے والوں کو پتا ہی نہ چلا کہ آپ اس میں نہیں ہیں۔ انہوں نے ڈولی اٹھائی اور چل پڑے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو اپنی چادر اوپر لے کر وہیں لیٹ گئیں

کہ جب اگلے مقام پر میں نہ ملوں گی تو واپس آ کر لے جائیں گے۔ کچھ دیر بعد پیچھے سے ایک صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ لفظ صرف کسی کے مرنے پر ہی نہیں کہتے بلکہ اچھے مسلمانوں پر جب بھی پریشانی آتی ہے تو وہ یہی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے اللہ پاک اس پر رحمت کرتے ہیں اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

صفوان رضی اللہ عنہ نے ان کے قریب اونٹ بیٹھایا اور خود دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر بیٹھیں اور صفوان رضی اللہ عنہ نے رسی پکڑی اور آگے چل پڑے۔

گھناؤنے الزام کی کہانی:

دوسری طرف جب قافلہ رکا تو اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں تھیں۔ یہ بات سب کو پتا چل گئی۔ سادی سی بات تھی کہ وہ پیچھے رہ گئی ہونگی تو انہیں جا کر لے آتے۔ اتنی دیر میں صفوان رضی اللہ عنہ آ گئے اور کسی کو جا کر لانا نہیں پڑا۔

لیکن بابے عبداللہ کو تو موقعہ چاہیے تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک اس نے کہنا شروع کر دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی ویسی ہیں۔ (نستغفر اللّٰہ)

وہ یہ بات کرنے سے باز ہی نہیں آ رہا تھا۔ ہر بندے کو جا جا کر کہتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ روک دیا۔ اسی دوران مدینہ قریب آ گیا تو بابے عبداللہ کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ بڑے پکے مسلمان تھے، آپ ﷺ کے قریب آئے اور عرض کیا کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ مدینے میں عزت دار ذلیل کو باہر نکال دے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ عزت دار ہیں اور یہ گستاخ ہے۔ یہ مدینے کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ اجازت دیں کہ اس کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے انہیں منع کر دیا۔ اس طرح بابا پھر بچ گیا۔

یہ واقعہ پورے مدینہ میں مشہور ہو گیا تھا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالکل نہیں پتا تھا کہ ان پر ایسا جھوٹا اور گندا الزام لگایا گیا ہے۔ سفر سے واپس آئیں تو تھکاوٹ وغیرہ کی وجہ سے بیمار ہو گئیں۔ ایک دن قضائے حاجت کے لئے ایک بوڑھی اماں کے ساتھ باہر جا رہی تھیں کہ وہ اماں اپنے ہی کپڑے سے اڑ کر گر گئی اور اپنے ہی بیٹے مسطح کو بد عائیں دینے لگی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منع کیا تو کہنے لگی وہ ہے کہ ایسا جس نے آپ پر الزام لگایا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیرانی سے پوچھا کہ کون سا الزام؟ تو اماں نے کہا آپ کو نہیں پتا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اماں جی نے انہیں ساری بات بتائی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ہی دکھی ہوئیں۔ نبی پاک ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر چلی گئیں اور دو راتیں اور ایک رات مسلسل روتی رہیں۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔ ایک نیک اور پاکیزہ عورت کے لئے ایسا الزام موت سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ وہیں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگنے والے الزام کو غلط کہا گیا اور ان کی پاکی بیان کر دی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾ (النور:12)

”کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔“

یعنی جب ان پر الزام لگا تھا تو لوگوں کو اسی وقت کہنا چاہیے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے جو ان پر لگایا گیا ہے۔ قیامت تک یہ آیات اعلان کرتی رہیں گی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن تھیں۔ اللہ پاک ہم سب کو دوسروں پر الزامات لگانے سے

بچائے۔آمین۔

❁❁❁❁

بنو مصطلق پر حملہ کیوں کیا گیا؟
آپ ﷺ نے اچانک حملہ کیوں کیا؟
جویریہ رضی اللہ عنہا کون تھیں؟
مریسیع کیا ہے؟
مریسیع پر لڑائی کیوں ہونے لگی تھی؟
بابے عبداللہ نے کیا بدتمیزی کی؟
عائشہ رضی اللہ عنہا قافلے سے پیچھے کیوں رہ گئیں تھیں؟
صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کون تھے؟
بابے عبداللہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ داخل ہونے سے پہلے کیا کہا تھا؟
کس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان کی؟

نبی کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا

ہجرت کے چھٹے سال ایک رات آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ عمرہ کر رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات کی۔ چودہ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کرنے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ان لوگوں نے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لئے۔ عمرہ میں قربانی لازم نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی کرلے تو یہ بھی سنت ہے۔

جب یہ لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جا کر مکہ والوں کو بتائیں کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ عثمان رضی اللہ عنہ یہ کام بہتر انداز میں کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے قبیلے کے افراد وہاں پر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم عدولی نہیں کی بلکہ ایک مشورہ دیا تھا جو کہ آپ ﷺ کو پسند آیا اور آپ ﷺ نے اسے قبول کر لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب یہ پیغام لے کر مکہ والوں کے پاس گئے کہ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں تو انہوں نے کہا آپ طواف کرلیں مگر رسول اللہ ﷺ کو اجازت نہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کی محبت میں فرمانے لگے کہ نبی ﷺ سے پہلے میں طواف نہیں کر سکتا۔

اس پر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کرلیا۔ دوسری طرف یہ مشہور ہو گیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

جب یہ خبر آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور

ایک درخت کے نیچے اس بات پر بیعت یعنی وعدہ لیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لے کر ہی جائیں گے۔

ایک مسلمان کی حمایت میں لئے گئے اس وعدے سے اللہ پاک اس قدر راضی ہوا کہ قرآن مجید میں قیامت تک اعلان کر دیا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح: 18)

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔"

اسی لئے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

کافر ڈر گئے اور صلح کر لی:

کافر اس بات سے ڈر گئے کیونکہ انہوں نے تین بڑی جنگوں میں مسلمانوں سے بہت مار کھائی تھی۔ اب انہیں پھر نظر آ رہا تھا کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو انہیں پھر بہت مار پڑے گی۔

سب سے پہلے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔

اور ڈر کے مارے دوسرا کام یہ کیا کہ ایک صلح جو آدمی سہیل بن عمرو کو بھیجا کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔

اب یہ آیا تو ڈر کے مارے تھا مگر ظاہری طور پر بڑی اکڑ کر صلح کی۔ اندر سے ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں مسلمان بپھر ہی نہ پڑیں۔

آخر کار حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان ایک صلح ہو گئی۔ اسی وجہ سے اسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

اس کی شرائط یہ تھیں:

1۔ اس سال مسلمان عمرہ کیے بغیر ہی واپس چلے جائیں گے۔

2۔ اگلے سال عمرہ کے لئے آ سکتے ہیں۔

3۔ تین دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔

4۔ اپنے ساتھ صرف تلوار لا سکتے ہیں اور وہ بھی میان یعنی غلاف میں رہے گی۔

5۔ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔

6۔ مکہ سے کوئی مرد مسلمان ہو جائے اور بھاگ کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کیا جائے گا۔

7۔ مدینہ سے کوئی مسلمان مرد کافر ہو کر بھاگ کے مکہ چلا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہو گئے کہ یہ لوگ تو ڈر کے مارے صلح کرنے آئے تھے اور اب اپنی مرضی کی شرائط رکھ رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی مانی جا رہے ہیں۔

دو عجیب واقعات:

اسی دوران دو اور عجیب واقعات ہو گئے۔

1۔ ابھی معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ جو بندہ کفار مکہ کی طرف سے صلح کرنے آیا تھا اس کا بیٹا ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے اور اس نے انہیں باندھ رکھا تھا، کسی نہ کسی طرح بھاگتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے پاس آ گئے۔

اب باپ کہنے لگا معاہدے کے مطابق اسے واپس کیا جائے۔ آپ ﷺ نے چونکہ وعدہ کر لیا تھا تو وعدے کی پاسداری کرتے ہوئے انہیں واپس کر دیا۔ اس بات پر مسلمان اور پریشان ہو گئے۔

اسلام میں وعدے کی بڑی اہمیت ہے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا دین لمن لا عهد له.))

''جس کا عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔''

وعدہ خلافی کو آپ ﷺ نے منافق کی نشانی بتایا ہے۔فرمایا کہ:

''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرتا ہے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔''

مشورہ کرنا بھی سنت ہے:

پھر آپ ﷺ نے سب کو حکم دیا کہ احرام کھول لیں، جو قربانی ساتھ لائے ہیں وہ قربانی کرلیں اور ٹنڈ کروالیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اسی پریشان کن کیفیت میں تھے لہٰذا انہیں حکم کا احساس نہ ہوا۔

نبی کریم ﷺ اس بات پر ناراض ہو کر اپنے خیمے میں گئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی بیوی تھیں، انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ ﷺ خود یہ سب کام کریں۔آپ ﷺ کو دیکھ کر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود ہی کرنا شروع ہو جائیں گے۔آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جیسے ہوش آ گیا اور انہوں نے بھی جلدی جلدی یہ تینوں کام کرنے شروع کر دیئے۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ دوسروں کے مشوروں کو غور سے سننا چاہیے اور اچھی بات پر فوراً عمل کر لینا چاہیے۔دوسری بات یہ کہ پہلے خود کام کیا جائے تو ماتحتوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

باپ اگر سگریٹ پیتا ہو اور بیٹے کو روکتا ہو تو بیٹا نہیں رکے گا۔بچوں کو گھر میں گندگی اٹھانے کا کہیں تو شاید وہ سستی دکھائیں لیکن جب آپ گھر میں گرے ہوئے کسی کاغذ، شاپر یا ریپر کو اٹھائیں تو بچے فوراً بھاگ کر آتے ہیں اور آپ کے ہاتھ سے چیز لے کر خود ڈسٹ بن

میں پھینکتے ہیں۔ پھر آئندہ انہیں کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

2۔ دوسرا عجیب واقعہ یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ واپس جانے لگے تو چند عورتیں جو مسلمان ہوئی تھیں وہ آ گئیں۔

اب کافر پھر کہنے لگے کہ معاہدے کے مطابق انہیں واپس کیا جائے۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور بتایا کہ معاہدے میں عورت کا ذکر نہیں ہے۔

معاہدے کے الفاظ تھے:

((لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ، إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا.))

"اور ہمارا جو مرد آپ کے پاس جائے گا آپ اسے لازم واپس کر دیں گے خواہ وہ آپ ہی کے دین پر کیوں نہ ہو۔" (بخاری:2732)

صلح کے دو بڑے فائدے:

یہ ایک عظیم فتح تھی۔ اسلام قتل و غارت کے لئے نہیں آیا۔ امن و امان کے لئے آیا ہے۔ اگر کفار سے جنگیں نہ رکتیں تو آپ ﷺ انہی میں مصروف رہتے اور پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا۔

اس صلح کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ یہودی قبیلے جو مدینہ سے نکال دیئے گئے تھے اور خیبر میں اپنے دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر سازشیں کرنے میں مصروف تھے، انہیں بھی سبق سکھایا جائے تاکہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف کام کرنے سے باز آ جائیں۔

ہجرت کے چھٹے سال آپ ﷺ نے کیا خواب دیکھا؟

کتنے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے گئے؟

جب کافروں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے کیا کہا؟

بیعت رضوان کیا ہے؟

کافروں نے صلح کیوں کی؟

ابوجندل رضی اللہ عنہ کون تھے؟

صلح حدیبیہ کی شرائط کیا تھیں؟

اس صلح سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوا؟

آپ ﷺ نے کس بیوی سے مشورہ کیا؟

آپ ﷺ نے مسلمان عورتوں کو واپس کیوں نہیں کیا؟

پوری دنیا میں تبلیغ کیسے شروع ہوئی؟

کفار مکہ سے جنگ بندی کے معاہدے کے فوری بعد آپ ﷺ نے اپنی آمد کے اصل مقصد یعنی دین اسلام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے یکم محرم سات ہجری کو چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آٹھ مختلف بڑے بادشاہوں پاس بھیجا اور انہیں تحریری طور پر اسلام کی دعوت دی۔

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ صرف وہی تحریر پڑھتے تھے جس پر اسٹمپ یعنی مہر لگی ہوتی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ نقش کروایا۔اس کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے اوپر اللہ پھر رسول پھر محمد لکھا ہوا تھا۔(ﷺ) اسے ہی مہر کے طور پر ہر خط پر لگایا گیا۔

ان میں سے تین امراء یعنی بادشاہوں نے دعوت کو قبول کیا اور پانچ نے نہ کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب بادشاہ:

وہ سعادت مند افراد جنہوں نے خطوط کے ذریعے اسلام قبول کیا۔ان کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ براعظم افریقہ میں ایک ملک ہے جس کا نام حبشہ تھا لیکن آج کل اسے ایتھوپیا کہتے ہیں۔ اس علاقے کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے نجاشی کا اصل نام اصحمہ تھا۔اس کے پاس حضرت عمرو بن امیہ ضمری نامی صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر آئے۔

اس نے بڑی عزت سے خط وصول کیا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ خط اسے ملا تو وہ اپنے تخت سے اتر کر زمین پر آیا اور فوراً اسلام قبول کیا۔

یہ بڑے ہی اچھے مسلمان ثابت ہوئے حتی کہ جب آپ ﷺ کو ان کی وفات کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کا غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھایا۔

2۔ اس زمانے کا ایک اہم علاقہ بحرین تھا جہاں منذر نامی ایک آدمی کی حکومت تھی۔ وہاں علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خط لے کر گئے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

3۔ ملک عمان میں دو بھائیوں جیفر اور عبد کی حکومت تھی۔ ان کے پاس آپ ﷺ کا خط لے کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پہنچے تو انہوں نے پہلے تو ماننے سے انکار کر دیا مگر جب انہیں علم ہوا کہ تقریباً سارے ہی قریب کے حکمران اسلام قبول کر چکے ہیں تو آخر کار انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

وہ افراد جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا:

1۔ اس زمانے میں مصر بھی ایک بڑا ملک تھا۔ اس کے بادشاہ کا لقب مقوقس تھا۔ ان کی طرف آپ ﷺ کے ایک بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے۔

اس نے خط پڑھا اور بڑی آؤ بھگت کی۔ آپ ﷺ کے لئے کچھ تحفے بھی بھیجے مگر اسلام قبول نہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا کہ

مجھے پتا ہے کہ ایک آخری نبی نے آنا ہے مگر میرے خیال میں وہ ملک شام میں آئیں گے

2۔ اس زمانے میں دو بڑی سپر پاورز تھیں۔ ایک روم اور دوسری فارس۔ روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے۔

آپ ﷺ نے فارس کے اس وقت کے بادشاہ، جس کا اصل نام خسرو پرویز تھا، کے نام حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھجوایا تو اس خط کی ابتدا میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کا ہر خط بسم اللہ سے ہی شروع ہوتا تھا۔ اس کے بعد لکھا تھا۔
محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام (ﷺ)
خسرو پرویز بڑا متکبر آدمی تھا۔ اس نے یہ کہہ کر خط پھاڑ دیا کہ میرا نام پہلے کیوں نہیں لکھا۔
آپ ﷺ کو جب پتا چلا کہ اس نے خط پھاڑ دیا ہے تو آپ ﷺ نے بدعا فرمائی کہ اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے۔
خسرو پرویز غصے سے آگ بگولہ ہو رہا تھا اور اس نے یمن میں اپنے گورنر جس کا نام باذان تھا، کو خط لکھا جس میں حکم دیا کہ دو بندے بھیج کر محمد (ﷺ) کو گرفتار کر کے لاؤ۔ (نعوذ باللہ من ذلك)۔ وہ لوگ گرفتاری کے لئے چل پڑے۔
اللہ پاک کی شان دیکھیں کہ خسرو پرویز کے بیٹے نے بادشاہت کے لئے اپنے باپ کو قتل کر دیا لیکن یہ بات ابھی یمن کے گورنر تک نہیں پہنچی تھی مگر آپ ﷺ کو اللہ پاک نے سب بات بتا دی تھی۔
وہ بندے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے یہ بات انہیں بتائی۔
یہ سن وہ واپس چلے گئے۔ دوسری طرف کچھ دنوں بعد جب خسرو پرویز کے بیٹے کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ اب وہ بادشاہ بن گیا ہے تو یمن کے گورنر اور اس کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا آپ ﷺ سچے نبی ہیں کیونکہ یہ خبر انہیں وحی کے بغیر پتا نہیں لگ سکتی تھی لہٰذا انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

3۔ دوسری بڑی سپر پاور روم تھی۔ یہاں کے ہر بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسے خط بھجوایا تو اس وقت وہاں کے بادشاہ کا اصل نام ہرقل تھا۔
جب اس نے خط دیکھا تو پوچھا کہ کیا ان کے علاقے کا کوئی بندہ اس وقت ہمارے ملک میں ہے؟

ابوسفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ وہیں تھے۔ جب انہیں لایا گیا تو ہرقل نے ان سے مختلف سوالات کیئے۔ پھر کہنے لگا اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو وہ بہت جلد میرے ان قدموں کی جگہ کے مالک ہونگے۔

پھر کچھ تحفے تحائف دے کر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔

4۔ ایک علاقہ یمامہ جہاں کے بادشاہ کا نام ہوذہ بن علی تھا، جب وہاں سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نامی صحابی آپ ﷺ کا خط لے کر گئے تو اس نے شرط رکھی کہ مجھے بھی کچھ زمین کا حاکم بنایا جائے پھر اسلام لاؤں گا۔ یعنی دل سے اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ لالچ میں اسلام لانا چاہتا تھا۔ اسلام تو ہوتا ہی اس کا ہے جو دل سے قبول کرے لہٰذا آپ ﷺ نے اس کی آفر ٹھکرا دی اور اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

5۔ شام میں ایک علاقہ دمشق ہوا کرتا تھا جس کے حاکم کا نام حارث تھا۔ اس کے پاس شجاع نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے۔ اس نے بھی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

❀❀❀❀

آپ ﷺ نے بادشاہوں کے نام خط کب لکھوائے؟

خط میں کیا لکھا جاتا؟

کتنے بندوں نے اسلام قبول کیا؟ ان کے علاقے اور نام بتائیں۔

کتنے بندوں نے اسلام قبول نہیں کیا؟ ان کے علاقے اور نام بتائیں۔

کسریٰ کون تھا اور اس نے خط کے ساتھ کیا سلوک کیا

خسرو پروز کا کیا انجام ہوا؟

نجاشی نے خط دیکھ کر کیا کہا؟

یہودیوں سے آخری فیصلہ کن لڑائی کی کہانی

عرب میں تین بڑی طاقتیں تھیں:

مشرکین مکہ:

ویسے تو یہ بہت زیادہ نہیں تھے لیکن چونکہ کعبہ کے متولی یعنی منتظم تھے اس لئے لوگوں میں ان کی بڑی چوہدراہٹ تھی۔

عرب کے اردگرد پھیلے ہوئے جانگلی قبائل:

انہیں کسی کی حیاء نہیں تھی۔ یہ لوگ چوری ڈاکے لوٹ مار کرتے تھے۔ جو آگے سے بولتا اسے قتل کر دیتے۔ اس لئے لوگ ان سے ڈرتے تھے۔

یہودی قبائل:

یہ عرب کے پرانے رہائشی نہیں تھے بھاگ کر یہاں آئے تھے۔ اس کی کہانی کچھ اس طرح ہے کہ یہودیوں کو ایک بادشاہ بخت نصر نے بڑی تعداد میں انہیں قتل کر دیا تھا۔ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ کھجوروں کی بستی میں ایک نبی آئیں گے تو انہیں غلبہ حاصل ہوگا۔

یہود کے بارہ بڑے قبائل اپنے علاقوں سے جان بچا کر عرب میں آگئے۔ یہاں دو علاقے کھجوروں کے حوالے سے مشہور تھے۔ ایک خیبر اور دوسرا وہ جہاں اوس وخزرج رہتے تھے۔

نو قبیلے خیبر میں آباد ہو گئے اور تین مدینے میں رہنے لگے۔

خیبر کی کہانی:

اس طرح ان کی بڑی تعداد مدینے سے تقریبا سو میل دور ایک بستی جسے خیبر کہتے تھے وہاں آباد ہوگئی۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی بستیوں کے اردگرد بڑی اونچی اور مضبوط دیواریں بنا

لیں۔ داخل ہونے کے لئے اس میں گیٹ لگا دیئے۔ ایسی بستی جس کی حفاظت کے لئے اس طرح دیوار بنائی جائے اسے قلعہ کہتے ہیں۔ ان کے یہاں آٹھ بڑے اور باقی بہت سے چھوٹے قلعے تھے۔ دشمن اسے پار نہیں کر سکتے۔ یہاں بیٹھ کر وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے۔

پہلے یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ پاک ان میں ایک نبی بھیجیں تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور پھر اللہ پاک انہیں ساری دنیا میں غالب کر دے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی اولاد تھے اور اللہ تعالیٰ نے آخری نبی ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے کی اولاد میں بھیج دیئے تو انہوں نے انہیں ماننے کی بجائے ان سے لڑنا شروع کر دیا۔ مدینے میں جن یہودیوں کی خرابیوں اور بری حرکتوں کی وجہ سے انہیں نکال دیا گیا تھا، وہ لوگ بھی بھاگ کر خیبر آ گئے تھے۔ اس طرح وہ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

برے کام کا برا انجام:

صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین مکہ سے جان چھوٹ گئی کیونکہ ان سے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

اب نبی پاک ﷺ نے یہودیوں کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہی لوگ دوسروں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ لہٰذا امن اسی وقت قائم ہو سکتا تھا جب ان کو ان کے کرتوتوں کی اچھی طرح سزا دی ملتی۔

ہجرت کے ساتویں سال یکم محرم کو نبی پاک ﷺ نے انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا جو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر شریک تھے۔ انہیں لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ چپکے چپکے سارا راستہ پار کر لیا۔ جب قریب پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح کی نماز پڑھی تو ان میں سے چند بندوں نے دیکھ لیا اور بھاگتے ہوئے اپنے سرداروں کو جا کر بتایا کہ حضرت محمد ﷺ آ گئے ہیں۔ اب ہماری خیر نہیں۔

دوسری طرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جس جگہ ہم ٹھہرے ہیں وہاں پر یہودیوں

کے تیروں سے بچنا مشکل ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو فلاں جگہ پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی بندہ اچھا مشورہ دیتا اسے قبول کر لیتے۔

اللہ پاک ہمیں بھی یہ عادت نصیب فرمائے۔ آمین

لہٰذا آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر ان کی بتائی ہوئی جگہ پر چلے گئے۔

ہمارے پیارے سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باتیں:

عرب میں رواج تھا کہ جب بھی جنگ ہوتی ہر فریق اپنا ایک جھنڈا لے کر آتا اور اپنے کسی بہت ہی بہادر آدمی کو وہ دے دیتے۔

وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح ایک ایسے بندے کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

ہر بندے کی یہی خواہش تھی کہ صبح مجھے جھنڈا مل جائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ان کی آنکھ خراب ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھ پر اپنا لعاب لگا دیا۔ آنکھ فوراً ہی ٹھیک ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے جھنڈا انہیں دے دیا اور ساتھ ہی ساتھ ایک نصیحت بھی کی کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا کیونکہ اگر اللہ پاک نے ایک بندہ بھی کو تمہاری وجہ سے ہداہت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اس زمانے میں سرخ اونٹ بہت مہنگے ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ اگر کسی کے ہاتھ پر کوئی بندہ مسلمان ہو جائے تو یہ اس کے لئے پوری دنیا کی دولت سے بہتر ہے۔

سب سے بڑے پہلوان سے لڑائی کی کہانی:

یہودیوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہودیوں کے آٹھ بڑے قلعوں میں سے پہلا اور سب سے مضبوط قلعہ ناعم کا تھا جس کے سردار کا نام مرحب تھا۔ یہ باہر نکلا اور اونچی آواز سے بولا کہ سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں

اس سے مقابلے کے لئے ایک صحابی عامر رضی اللہ عنہ نکلے۔ انہوں نے ان پر وار کیا لیکن ان

کی تلوار چھوٹی تھی۔ وہ تلوار مرحب کو لگنے کی بجائے واپس انہیں کے گھٹنے پر لگ گئی۔ یہ گر گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں کودے۔ انہوں نے گرجتے ہوئے مرحب کو آواز لگائی کہ:

میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے۔

اور پھر ایک ہی وار میں اس کی گردن اتار دی۔

پھر اس کا بھائی لڑنے آیا تو ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے ختم کر دیا۔ اس طرح بزدل یہودیوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور مسلمان آسانی سے جنگ جیت گئے۔

اسی طرح ایک ایک کر کے سارے قلعے فتح ہو گئے۔ کسی نے ڈر کے مارے ہتھیار پھینکے تو کسی نے جنگ میں پھینٹی کھائی۔

مال کی زبردست تقسیم:

خیبر بڑا ذرخیز علاقہ تھا۔ اسی لئے یہاں کے یہودی بہت امیر تھے۔ جنگ ہارنے کے بعد ان کا سارا مال ہاتھ آیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے آدھا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ کے حصے بھی عام مسلمانوں جتنا مال آیا۔

باقی آدھا مال رکھ لیا تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات پر لگایا جا سکے۔

وہ مہاجر جنہیں ان کے انصاری بھائیوں نے اپنے باغات دیئے تھے، آج جب ان کے پاس پیسے آئے تو انہوں نے اپنے انصاری بھائیوں کو ان کا مال شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ اللہ پاک ہم سب کو ایسی ہی غیرت نصیب فرمائے کہ جب ہمارے پاس پیسا آئے تو احسان کرنے والے کو یاد رکھیں۔ آمین

یہودیوں پر احسان:

آپ ﷺ نے یہودیوں پر تین احسان کیے:

1۔ خیبر کی زمین انہی کو اس شرط واپس کر دی کہ آدھی فصل مسلمانوں کو دیں گے اور مسلمان جب چاہیں گے ان سے زمین واپس لے سکتے ہیں۔

2۔ حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

3۔ ایک یہودیہ عورت نے دعوت کی تو آپ ﷺ کے پسند کی بوٹی میں زہر ملا دیا۔ ابھی ایک نوالہ چکھا ہی تھا کہ آپ ﷺ کو پتا چل گیا۔ اس عورت کو لایا گیا۔ پوچھا یہ کیوں کیا تو کہنے لگے مجھے پتا تھا کہ اگر آپ نبی ہوئے تو اللہ پاک آپ کو بتا دیں گے اور آپ بچ جائیں گے۔

آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔

لیکن ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھا لیا تھا جس کی وجہ سے وہ فوت ہو گئے تو پھر بعد میں اس عورت کو ان کی وجہ سے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔

رشتہ داروں سے محبت کی کہانی:

آپ ﷺ ابھی وہیں تھے کہ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی جو آپ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے، واپس آ گئے۔

آپ ﷺ انہیں دیکھ کر اتنے خوش ہوئے کہ انہیں بوسہ دیا۔ اور کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ خیبر کے فتح ہونے کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے رشتہ داروں سے کتنا پیار کرتے تھے۔ اللہ پاک ہمیں بھی رشتہ داروں سے ایسے ہی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ زندہ رہنے کے لئے اسے دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے اور جب انسان اکٹھے رہتے ہیں تو مزاج، پسند، ترجیحات میں فرق کے سبب اختلاف ہو جانا کچھ بعید و عجیب نہیں لیکن اگر یہی اختلاف بڑھ جائے تو نوبت قطع تعلقی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسلام ایسی قطع تعلقی کی قطعا اجازت نہیں دیتا۔

معاشرے میں وہ افراد جو آپ کے رشتہ دار ہیں، ان سے قطع تعلقی اور بھی مذموم ہو جاتی ہے اس بات کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے لگائیں کہ فرمایا:

لا يدخل الجنة قاطع

قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح البخاری:5984)

بسا اوقات ایسے ہوتا کہ آپ کسی رشتہ دار سے قطع رحمی نہیں کرنا چاہتے مگر اس کا تلخ رویہ آپ کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ایسی ہی صورتحال ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی تو وہ آپ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ بد سلوکی کرتے ہیں، میں ان پر نرمی اختیار کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بد اخلاقی کرتے ہیں۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک آپ ایسے ہی کرتے رہیں گے اللہ کی طرف سے ایک مددگار آپ کے ساتھ ہوگا جو ان پر آپ کی مدد کرے گا۔

(صحیح مسلم:2558)

ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا: وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابری کا معاملہ کرے (یعنی دوسرے کے اچھے برتاؤ کرنے پر اس سے اچھا برتاؤ کرے) بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے قطع رحمی کرنے پر بھی صلہ رحمی کرے۔

(صحیح بخاری:5991)

جب انسان دوسرے کے برے سلوک کے باوجود اللہ کی رضا کے لئے تعلقات جوڑے رکھتا ہے تو اللہ پاک اسے بہت سے انعامات سے بھی نوازتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ اس کا رزق وسیع ہو اور عمر میں اضافہ ہو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری:2067) یعنی رشتہ داروں کے ساتھ ذاتی وجوہات کے بنا پر تعلقات نہ توڑے۔

دنیا کے فائدے کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا قیامت کو بھی فائدہ ہوگا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: سلام عام کرو، کھانا کھلایا کرو، رشتہ داریاں ملایا کرو، رات کے اس پہر نماز پڑھا کرو جب لوگ سو رہے ہوں تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ابن

ماجہ:3251)

ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر رشتہ داروں سے ملنا چھوڑ دیتے ہیں اور پھر ساری زندگی نہیں ملتے۔ اگر صلح ہو بھی جائے تو جنازوں پر ہوتی ہے اور بعض تو جنازوں پر بھی نہیں ملتے۔ اگر لڑائی کا سبب پوچھیں تو بتاتے ہیں کہ:

1۔ ہمیں فلاں شادی پر صحیح طرح نہیں بلایا۔

2۔ ہمارے والد صاحب کا نام کارڈ پر نہیں لکھا جبکہ ہم نے جب اپنے فلاں کی شادی کی تھی تو ان کے والد کا نام لکھا تھا۔

3۔ فلاں کے دادے نے ہمارے دادے سے اچھا سلوک نہیں کیا۔

ایسی ہلکی باتوں پر نسل در نسل لڑائی چلتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اپنے رشتہ داروں کے دوستوں تک سے عمدہ سلوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جا رہے تھے کہ ایک آدمی ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے خود سلام کیا، اپنی سواری پر ساتھ بیٹھایا اور اپنے سر پر موجود عمامہ اسے دے دیا۔ لوگ کہنے لگے یہ شخص اس سے کم حسن سلوک پر بھی خوش ہو جاتا یعنی آپ نے اس سے بہت ہی اچھا سلوک کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا باپ میرے والد عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ (صحیح مسلم: 2552)

یعنی ان کے اپنے والد سے کتنے محبت بھرے تعلقات تھے کہ والد کے دوستوں کی اولادوں تک سے اپنے والد کی وجہ سے ایسا اچھا سلوک کرتے۔

جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں وہاں کئی باپ بیٹے، بھائی بھائی، ماں بیٹی، بہن بھائی، تایے چاچے، ماموں خالہ میں اختلافات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

آج ہمیں سوچنا ہوگا کہ کیا ہم تو ایسے افراد میں شامل نہیں جو رشتہ داروں سے قطع تعلقی کے سبب جنت سے محروم رہ جائیں گے؟ اللہ پاک ہمیں ان میں شامل ہونے سے بچائے۔

لہٰذا اگر صلہ رحمی کرنا چاہتے ہیں تو معاف کرنے کے لئے جنازوں کا انتظار نہ کریں بلکہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے سب کو معاف کردیں۔ اللہ پاک کی رضا کے لئے یہ کام کرنے والے کی عزت کو رب کریم کبھی کم نہ ہونے دے گا۔

عرب میں کون کون سی فوجی طاقتیں تھیں؟
یہودیوں نے نبی پاک ﷺ کی نبوت ماننے سے کیوں انکار کیا؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
مرحب کس قبیلے کا سردار تھا؟
مرحب کو کس طرح قتل کیا گیا؟
آپ ﷺ نے یہودیوں پر کیا احسانات کیے؟
صلہ رحمی کسے کہتے ہیں؟ اس کی اہمیت بیان کریں۔
آج کل لوگ رشتے داروں سے کیوں نہیں بولتے؟
قطع رحمی کسے کہتے ہیں؟

ایک کافر نے آپ ﷺ پر تلوار اٹھا کر ایک عجیب سوال کیا

عرب کے صحرا میں بہت سے ڈاکو رہتے تھے۔ ان کی باقاعدہ بستیاں نہیں تھیں اس لئے یہ لوگ راستوں پر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں سے مال چھینتے۔ چونکہ ان کی کوئی باقاعدہ بستیاں نہیں تھیں لہٰذا ان پر حملہ کر کے ان پر قابو پانا مشکل تھا۔ صرف ایک طریقہ تھا جس سے یہ قابو میں آ سکتے تھے اور وہ یہ کہ ان کو اتنا ڈرا دیا جاتا کہ یہ گھبرا کر لوگوں کو تنگ کرنا چھوڑ دیتے۔ اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے چند سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔

سامان کم تھا اور بندے زیادہ۔ ایک ایک اونٹ پر چھ چھ آدمی سواری کرتے۔ کبھی ایک تو کبھی دوسرا۔ راستہ بڑا گندا تھا۔ پاؤں زخمی ہو گئے۔ ان لوگوں نے پاؤں پر کپڑے کی پٹیاں باندھ لیں لیکن وہ بھی پھٹ گئیں۔ یہ پھر بھی چلتے رہے۔ عربی زبان میں ایسے پھٹے ہوئے چیتھڑوں کو رقاع کہتے ہیں۔ اس وجہ سے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا جاتا ہے یعنی ایسا غزوہ جس میں پاؤں پر چیتھڑے باندھے ہوئے تھے۔

کافر نے آپ ﷺ پر تلوار اٹھا کر عجیب سوال کیا:

راستے میں ایک جگہ رکے تو سب ہی تھکے ہوئے تھے۔ جسے جہاں جگہ ملی وہ وہیں لیٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکائی اور اس کے نیچے لیٹ گئے۔

اچانک ایک کافر وہاں آیا اور اس نے تلوار اٹھا کر کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے بڑے اطمینان سے کہا: اللہ

وہ ڈر گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے تلوار اٹھائی اور اس سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا کہ آپ ﷺ اچھے پکڑنے والے ہیں یعنی احسان کرتے ہوئے مجھے چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔

جن ڈاکوں کو پکڑنے گئے تھے وہ ڈر کر بھاگ گئے۔ اصل مقصد بھی یہی تھا کہ ان پر رعب طاری ہو جائے اور یہ ظلم سے باز آ جائیں۔

قرآن سے محبت کی عجیب کہانی:

واپسی پر ایک جگہ پڑاؤ کیا تو دو بندوں کی ڈیوٹی لگی کہ انہوں نے رات پہرہ دینا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ پہلے میں پہرہ دیتا ہوں پھر آدھی رات کو تم پہرہ دے دینا۔ جس کی باری تھی وہ پہرہ دینے لگا تو اسے نیند آ گئی۔ انہوں نے نماز میں سورت الکھف پڑھنی شروع کر دی تاکہ نیند نہ آئے۔ دشمن نے دور سے سایہ دیکھا تو تیر مار دیا۔ یہ انہیں لگا تو انہوں نے نماز کے دوران ہی تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز پڑھتے رہے۔ دشمن نے پھر تیر مارا انہوں نے پروا نہ کی حتی کہ جب سلام پھیر کر دوسرے کو جگایا تو انہوں نے پریشانی سے پوچھا کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں جگایا۔ وہ کہنے لگے قرآن مجید کی ایک سورت پڑھ رہا تھا اور مزا ہی اتنا آ رہا تھا کہ دل ہی نہیں کیا کہ اسے درمیان میں چھوڑ دوں۔

اللہ پاک ہمیں بھی قرآن مجید سمجھنے کی توفیق عطا کرے تاکہ جب ہم بھی قرآن مجید پڑھیں تو ہمیں بھی ایسا ہی مزا آیا کرے۔ آمین

❁❁❁❁

غزوہ ذات الرقاع کو ذات الرقاع کیوں کہا جاتا ہے؟

جب کافر نے کہا کہ آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا تو آپ ﷺ نے اسے کیا جواب دیا؟

جب پہرہ دینے والے صحابی رضی اللہ عنہ کو تیر لگا تو انہوں نے نماز کیوں نہ توڑی؟

رہ جانے والے عمرہ کرنے کا واقعہ

ہجرت کے چھٹے سال جب نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرے کے لئے مکہ کی طرف سفر کیا تو انہیں راستے میں ہی روک لیا گیا اور مشرکین سے حدیبیہ کے مقام پر دس سال جنگ نہ کرنے پر صلح ہو گئی۔ کافروں نے یہ شرط بھی معاہدے میں رکھی تھی کہ اس سال عمرہ نہیں کریں گے بلکہ اگلے سال صرف تین دن کے لئے آ کر عمرہ کریں گے۔

جب اس بات کو سال گزر گیا تو آپ ﷺ نے عمرہ کا ارادہ کر لیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پچھلے سفر میں ساتھ تھے، وہ سب کے سب تیار ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بندے بھی چل پڑے۔ اس طرح تقریباً دو ہزار افراد احرام باندھ کر عمرہ کرنے جا رہے تھے۔

مکہ والوں کا کچھ پتا نہیں تھا کہ کب بدعہدی کر دیں اور جنگ لڑنی پڑے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے جنگی سامان بھی ساتھ لے لیا۔ مکہ کے قریب جا کر آپ ﷺ نے دو سو بندوں کو ایک جگہ جس کا نام یاجج تھا، سارے ہتھیار جمع کروائے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہو گئے۔

جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکین کعبہ کے اردگرد والی پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی کمزور ہو گئے ہیں۔ ان سے تو چلا بھی نہیں جائے گا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اپنے دائیں کندھے سے احرام اتار دیں۔ اسے اصطباع کہتے ہیں اور پہلے تین چکر دوڑ دوڑ کر لگائیں تاکہ مشرکین کو پتا چل جائے کہ ہم بیمار نہیں۔ عمرے کے طواف میں پہلے تین چکروں میں دوڑنا سنت ہے اور اسے

رمل کہتے ہیں۔ عمرے کے علاوہ طواف کریں تو اس میں نہ اصطباغ ہے اور نہ ہی رمل۔

جن دو سو بندوں کی ڈیوٹی تھی کہ وہ اسلحے کے پاس رہیں انہوں نے عمرہ نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے عمرہ کرنے کے بعد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دوسرے بندے بھیجے۔ وہ وہاں رہے اور پہلے والوں نے آ کر عمرہ کرلیا۔

آپ ﷺ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے وعدے کے مطابق آپ ﷺ تین دن مکہ رہنے کے بعد واپس مدینہ آ گئے۔

اللہ پاک ہمیں بھی وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁

دوبارہ عمرہ کرنے کے لئے کتنے افراد گئے تھے؟

آپ ﷺ مکہ میں کتنے دن رہے؟

آپ ﷺ اپنے ساتھ ہتھیار کیوں لے کر گئے تھے؟

مسلمان کی شہادت کا بدلہ لینے کی کہانی

کفار مکہ سے جنگ بندی کے معاہدے کے فوری بعد آپ ﷺ نے اپنی آمد کے اصل مقصد یعنی دین اسلام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے یکم محرم سات ہجری کو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف بڑے بادشاہوں کے پاس بھیجا اور انہیں تحریری طور پر اسلام کی دعوت دی۔

انہیں میں ایک خط حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو دے کر حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا۔ وہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ بلقاء نامی علاقے میں قیصر روم کے گورنر شرجیل نے انہیں گرفتار کر کے باندھ دیا اور پھر انہیں شہید کر دیا۔

سفیر کا قتل:

جو بندے کسی کا پیغام لے کر جا رہے ہوں انہیں سفیر کہتے ہیں۔ پوری دنیا کا قانون ہے کہ سفیر اگر دشمن کا بھی ہو تو اسے قتل نہیں کرتے۔ اس طرح انہوں نے بین الاقوامی کی خلاف ورزی کی تھی۔ آپ ﷺ کو اس بات کا بہت دکھ تھا۔

ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولیٰ کے مہینے میں آپ ﷺ نے ان کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے اپنے سابقہ منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار کا ایک لشکر بھیجا اور ساتھ ہی انہیں نصیحت بھی فرمائی کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہونگے اور اگر یہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قیادت کریں گے۔

لشکر میدان جنگ میں:

یہ لشکر چل پڑا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے روم کی طرف

سے ایک لاکھ فوج تیار تھی۔ اس کے علاوہ تقریباً ایک لاکھ دوسرے عرب قبائل بھی لڑنے کے لئے آ گئے۔

وہاں پر ایک جگہ موتہ تھی جہاں دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو جنگ موتہ کہتے ہیں۔

اب یہ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب وہاں پہنچے تو دشمن کی فوج کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اتنی زیادہ فوج۔ انہوں کے فوراً میٹنگ کی اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کریں؟ بعض نے کہا کہ نبی پاک ﷺ کو پیغام بھیج دیتے ہیں۔ پھر جو وہ بھی حکم دیں وہ کر لیں گے۔ دوسرے کہنے لگے کہ جنگ کرتے ہیں۔ اگر شہید بھی ہو گئے تو کامیاب ہی ہیں۔ اس بات پر سب تیار ہو گئے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو دشمن نے زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا۔ دشمن نے ان کا ایک ہاتھ کاٹا تو انہوں نے جھنڈا دوسرے ہاتھ سے تھام لیا۔ دشمن نے وہ بھی کاٹ دیا تو پھر بھی انہوں نے جھنڈا نیچے نہیں گرنے دیا اور دونوں ہاتھوں کے بغیر بازوں کو جوڑ کر جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ آخر کار انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔

بعد میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے اس کے بدلے میں ان کو جنت میں دو بازو یعنی پَر دیئے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ جہاں چاہیں اڑتے ہیں۔ عربی میں پَروں جناح اور اڑنے والے پرندے کو طیار کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے بعد آپ کو جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین کہا جانے لگا یعنی جنت میں اڑنے والے۔

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔

اللہ پاک نے آپ ﷺ کو مدینہ ہی میں یہ سب کچھ دکھا دیا۔ نبی پاک ﷺ وہیں بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا رہے تھے کہ اب زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اب جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو

گئے، اب عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ جب عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ **جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا۔** اللہ نے ان پر فتح عطا کی۔

دوسرے طرف میدان جنگ کی حالت یہ تھی کہ جب عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگ دیکھنے لگ پڑے کہ اب قیادت کون کرے گا؟ پھر یہ جھنڈا **خالد بن ولید رضی اللہ عنہ** نے اٹھا لیا اور بڑی بہادری سے لڑنے لگے۔ لڑتے لڑتے ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ انہوں نے ایک اور تلوار لی تو وہ بھی لڑائی کے دوران ٹوٹ گئی۔ یہ اس زور سے تلوار مارتے کہ وہ ٹوٹ جاتی۔ دشمن اس بات سے گھبرا گیا۔ اس دن ان کے ہاتھ سے **نو تلواریں ٹوٹیں۔** پھر ایک کانا نما تلوار پکڑ لی۔ پھر اسی سے لڑتے رہے۔

منفرد اور زبردست پلاننگ:

پھر انہوں نے نئی پلاننگ کی اور پچھلی صف میں موجود فوجیوں کو اگلی صفوں میں لے گئے۔ نئے فوجیوں کو دیکھ کر دشمن سمجھا کہ نئی فوج آ گئی ہے۔ ادھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے۔ **دشمن نے سمجھا کہ ان کے پیچھے بھی بہت بڑی فوج ہے** اور یہ ہمیں اپنے ساتھ پیچھے لے جا کر مارنا چاہتے ہیں۔

اس طرح دشمن بھاگ گیا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

❁❁❁❁

آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا اصل مقصد کیا تھا؟

کس بندے نے آپ ﷺ کے سفیر کو شہید کر دیا؟

جنگ موتہ کیوں لڑی گئی؟

جعفر رضی اللہ عنہ کو جعفر طیار رضی اللہ عنہ کیوں کہا جاتا ہے؟

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کون سی جنگی چال چلی؟

فتح مکہ کی داستان

حدیبیہ کی صلح میں یہ بات بھی طے ہوئی تھی کہ دوسرے عرب قبائل کو اختیار ہو گا کہ وہ مشرکین یا مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ اتحاد کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اگر کسی فریق نے ان میں سے کسی قبیلے پر حملہ کیا تو وہ دوسرے فریق پر حملہ ہو گا۔ ایک قبیلہ بنو بکر تھا جس نے مکہ والوں سے اتحاد کر لیا۔ اور دوسرا قبیلہ خزاعہ تھا جس نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ اتحاد کیا۔

بنو بکر نے خزاعہ کے بندوں کو اکیلے دیکھ کر مارنے کی پلاننگ کر لی۔ مشرکین مکہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے ان کے بندے مارنے شروع کر دیئے۔ وہ بھاگ کر خانہ کعبہ میں چلے گئے مگر انہوں نے اس کی حیا بھی نہ کی اور انہیں قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک بندہ بھاگ کر نبی پاک ﷺ کے پاس چلا گیا اور ساری بات بتا دی۔

قریش کی گھبراہٹ:

قریش والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لیکن اب پچھتاوے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کو خود توڑا تھا۔ بہر حال صلح کی آخری کوشش کے لئے ابوسفیان خود مدینہ گیا لیکن بات نہ بنی۔

بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال عزت:

آپ ﷺ نے بڑی رازداری سے مکہ پر حملے کی تیاری مکمل کی۔ مکہ میں سب لوگوں کے کچھ نہ کچھ رشتہ دار رہتے تھے۔ ایک آدمی جو بدر میں بھی شریک تھے لیکن ان کی بیوی بچے مکہ میں تھے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر ایک عورت کو دیا کہ مکہ والوں کو جا کر دے دینا۔ اس خط میں بتایا گیا تھا کہ آپ ﷺ مکہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ اللہ پاک نے یہ بات

آپ ﷺ کو بتا دی اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ جا کر فلاں فلاں عورت سے خط لے کر آؤ۔ پہلے تو وہ عورت نہ مانی۔ پھر دھمکی دینے پر خود ہی خط نکال کر دے دیا۔

جب حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے اصل وجہ بتا دی کہ اس خبر سے مکہ والے میرے احسان مند ہو جائیں گے اور میرے گھر والوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔

جب باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا تو ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں انہیں قتل کر دوں مگر آپ ﷺ نے منع کر دیا اور انہیں سمجھایا کہ اللہ پاک نے ہر اس مسلمان کی بخشش کر دی ہے جو غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا لہٰذا انہیں چھوڑ دو۔

خفیہ پلاننگ:

آپ ﷺ نے دس ہزار کا لشکر لیا اور مکہ کی طرف جانے کی بجائے دوسری طرف چل پڑے تاکہ کسی کو بھی پتا نہ چلے کہ آپ ﷺ کہاں جا رہے ہیں۔

سفر کے دوران ہی آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ ملے جو مسلمان ہو کر مدینے جا رہے تھے لیکن پھر آپ ﷺ کے ساتھ ہی مکہ کی طرف چل پڑے۔ تقریباً ایک ہفتے میں آپ ﷺ مکہ کے قریب پہنچ گئے۔

راستے میں ابوسفیان بن حارث ملے۔ عباس رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انہیں بھی معاف کر دیا گیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

شاندار پلاننگ:

پہلے وقتوں میں جب لشکر چلتے تھے تو قریباً دس بندے مل کر ایک ہنڈیا پکاتے تھے۔ مر الظہران نامی جگہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آج رات ہر بندہ اپنی آگ خود

جلائے۔ جب دس ہزار بندوں نے آگ جلائی تو مکہ والوں نے سمجھا کہ دس ہزار آگ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دس بندے ایک جگہ آگ جلا کر کھانا پکائیں تو اس طرح تقریبا ایک لاکھ بندہ آ گیا ہے۔ وہ لوگ شدید خوفزدہ ہو گئے۔

مکہ والوں کو ڈر تھا کہ خزاعہ قبیلے کے بندوں کو انہوں نے مارا ہے تو وہ کسی بھی وقت حملہ کر سکتے ہیں اس وجہ سے مکہ کے بڑے سردار ابوسفیان نے جب اتنی زیادہ آگ جلتے دیکھی تو کہنے لگا کہ یہ خزاعہ والے نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی تعداد اتنی نہیں ہے۔

آواز سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تم بھی اسلام قبول کر لو۔ اسی میں تمہاری خیر ہے۔ اسے بھی یہ بات سمجھ آ گئی تھی چنانچہ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عباس رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جو بندہ ابوسفیان کے گھر چلا جائے، دروازہ بند کر لے، ہتھیار پھینک دے یا کعبہ میں داخل اسے کچھ نہیں کہنا۔

ہر طرف لوگ پریشان تھے مگر جب یہ حکم سنا تو بچ جانے پر خوش ہو گئے۔

مکہ میں چھوٹی سی لڑائی:

خانہ کعبہ کے قریب ایک جگہ تھی جس نام خندمہ تھا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے وہاں پر کچھ نوجوانوں کو لڑنے کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک ہی حملے میں بہت ساروں کا صفایا کر دیا۔ یہ دیکھ کر عکرمہ بھاگ گیا۔ دور ایک جگہ جب وہ کسی کشتی میں بیٹھا تو طوفان آ گیا۔ کشتی چلانے والا کہنے لگا کہ اللہ پاک سے مدد مانگو۔ عکرمہ کہنے لگا کہ اپنے بتوں سے مدد کیوں نہ مانگیں؟ وہ کہنے لگا کہ یہاں پر وہ کام آتے۔ صرف اللہ پاک ہی مدد کرتے ہیں۔ عکرمہ کو سمجھ لگ گئی کہ بے شک حضرت محمد ﷺ سچ کہتے تھے۔ پھر اس نے واپس آ کر اسلام قبول کر لیا۔

کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کی کہانی:

پھر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے۔ طواف کیا اور سارے بتوں کو توڑ دیا۔ کعبہ کی

چابیاں عثمان بن طلحہ کے پاس تھیں۔ انہیں بلا کر چابیاں لیں اور خانہ کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر تصویر کو مٹا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر اونچی قبر کو برابر کر دیں۔

قریش والے اندر سے ڈرے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ ان کے بارے نہ جانے کیا فیصلہ کریں گے لیکن آپ ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا۔

بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیں۔ انہوں نے کعبے کہ چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ پھر نماز پڑھی گئی۔

لوگوں کو جاہلیت کے کاموں سے بچنے کا حکم دیا۔

انصار کو یہ خدشہ تھا کہ آپ ﷺ اب مکہ ہی رہیں گے لیکن انہیں بتایا گیا کہ ایسا نہیں ہوگا یعنی آپ ﷺ ان کے ساتھ ہی مدینہ جائیں گے۔

اسلام کا یہی مقصد ہے کہ امن پھیلایا جائے۔ جس علاقے سے آپ ﷺ کو مار پیٹ کر نکال دیا گیا تھا اب اسی جگہ پر آپ ﷺ حاکم بن کر آ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو معاف کر دیا حتی کہ ھند اور وحشی جنہوں نے آپ ﷺ کے بہت ہی پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا انہیں بھی معاف کر دیا۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کے دل میں اسلام کی عزت پیدا ہوگئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے جنگیں کیوں لڑیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امن کے قیام کے لئے جہاں ظالموں کا قتل ضروری تھا وہاں انہیں قتل کیا تا کہ عام لوگ محفوظ ہو جائیں۔

نبی پاک ﷺ نے مکہ پر کیوں حملہ کیا؟
حاطب رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کو حملے کی اطلاع دینے کے لئے خط کیوں لکھا؟
بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کریں۔
آپ ﷺ نے ہر بندے کو الگ الگ کھانا پکانے کا حکم کیوں دیا؟
آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کیوں کیا؟
ابو جہل کا بیٹا کیسے مسلمان ہوا؟
خانہ کعبہ کی چابیاں کس کے پاس تھیں؟
آپ ﷺ نے جنگیں کیوں لڑیں؟

غزوہ حنین کی کہانی

مکہ سے دس میل دور عرفات کی طرف کچھ ضدی اور جاہل قبیلے رہتے تھے۔ ان کے کمانڈر مالک بن عوف نے سارے قبیلے کو ساتھ لیا اور نبی پاک ﷺ سے لڑنے کے لئے چل پڑا۔ اسے ایک بابے نے سمجھایا کہ بیوی بچے گھر پر ہی رہنے دو۔ اگر تم جنگ ہار گئے تو یہ بھی قیدی بن جائیں گے مگر وہ اپنی بات پر آڑا رہا۔ نبی پاک ﷺ دس ہزار سے زیادہ بندے لے کر اس کی طرف روانہ ہوئے تو بعض افراد یہ سمجھنے لگ گئے کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں لہٰذا ہم تو بڑی آسانی سے جنگ جیت جائیں گے۔

کافروں کا اچانک حملہ:

جب قریب پہنچے تو انہوں نے اچانک ہی حملہ کر دیا اس وجہ سے بہت سارے صحابہ شہید ہو گئے۔ ہر طرف بھگڈر مچ گئی۔ آپ ﷺ نے سب کو پکارا تو سارے ہی واپس آ گئے۔ سب سے زیادہ بہادری سے آپ ﷺ لڑ رہے تھے۔ کئی ایک آپ ﷺ کے پیچھے ہو کر لڑے۔

پھر آپ ﷺ نے ایک مٹی کی ایک مٹھی بھر کر ان کی آنکھوں میں ڈال دی۔ اللہ پاک کی شان ہے کہ اس نے ایک ہی مٹھی مٹی کو سب لوگوں کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ بلاشبہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔

بس پھر کیا تھا، سب لوگ آنکھیں ملنے لگے اور ان سے لڑا بھی نہ جائے۔ اس طرح وہ لوگ ہار گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ بھاگ کر طائف چلے گئے۔ ان سے طائف جا کر جنگ ہوئی۔ یہ جنگ چالیس دن تک جاری رہی۔ وہ لوگ ایک قلعے میں بند ہو گئے۔

آپ ﷺ کی علقمندی:

آپ ﷺ نے اعلان کروا دیا کہ جو غلام قلعے سے باہر آ جائے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر بہت سے غلام دیوار پھلانگ کر باہر آ گئے۔ اس کے بعد دشمن کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور مسلمان جنگ جیت گئے۔ واپس آئے تو آپ ﷺ نے جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم کر دیا۔

نبی پاک ﷺ سے محبت کے آنسو:

نئے نئے مسلمانوں کو جب زیادہ حصہ دیا تو انصار کے چہرے سے لگا کہ شاید پریشان ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ دنیا کا مال لے جائیں اور تم اللہ کے نبی ﷺ کو لے جاؤ؟ انصار یہ سن پر اتنا روئے کہ داڑھیاں بھیگ گئیں۔

بہن کی قدر:

آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی اور احسان فرماتے ہوئے ان کی قوم کے سارے قیدی چھوڑ دیئے۔

اللہ پاک ہمیں بھی بہنوں کی ایسے ہی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غزوہ حنین میں کافروں کا کمانڈر کون تھا؟

جنگ کی ابتداء میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کیوں شہید ہو گئے؟

طائف والوں کو قلعے سے باہر نکالنے کے لئے آپ ﷺ نے کیا پلاننگ کی؟

آپ ﷺ کی کس بات سے انصار بہت روئے؟

آپ ﷺ نے اپنی بہن کی عزت کیسے کی؟

غزوہ تبوک کی کہانی

بلقاء نامی جگہ کے گورنر نے مسلمانوں کا جو سفیر شہید کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ جنگ موتہ میں نہیں لیا جا سکا تھا۔ جس کی وجہ رومی اور وہاں کے عرب قبائل بڑے تیز ہو گئے تھے۔ ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ کہیں یہ حملہ ہی نہ کر دیں۔

دین سیکھنے کا جذبہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ہمسایے سے یہ طے کیا تھا کہ ایک دن میں آپ ﷺ کے پاس رہوں گا اور جو سنوں گا آپ کو آ کر بتاؤں گا اور ایک دن وہ آپ ﷺ کے پاس رہے گا اور جو سنے گا وہ واپس آ کر انہیں سنائے گا۔

اللہ پاک ہمیں بھی حدیث رسول ﷺ سے ایسی ہی محبت نصیب فرمائے۔ ہمارے دوست ایسے بنا دے جو ہمیں آپ ﷺ کی باتیں بتایا کریں اور ہم انہیں آپ ﷺ کی باتیں بتایا کریں۔ آمین

جس دن اس کی باری تھی وہ جلدی جلدی آئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ پیٹنے لگے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا رومیوں نے حملہ کر دیا تو انہوں نے کہا کہ اس سے بھی بڑی بات ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے آپ ﷺ کے پاس پوچھنے کے لئے گئے تو پتا چلا کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی

مگر کسی بھی قسم کا تعلق نہ رکھنے پر قسم کھا لی ہے۔ اسے ایلاء کہتے ہیں۔ بہرحال کچھ دنوں بعد یہ معاملہ حل ہو گیا۔

مسجد کے نام پر سازش کی کہانی:

اسی دوران منافقین نے ایک مسجد بنائی۔ اس کا واقعہ یوں ہوا کہ اس زمانے میں چونکہ ہر مسلمان پانچ وقت کی نماز پڑھتا تھا بلکہ تہجد بھی پڑھتا تھا۔

''آج مسلمانوں کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ نماز سے بھاگتے ہیں اور نماز نہ پڑھنے کے بہانے بناتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں سنت کے مطابق پانچ وقت کا پکا نمازی بنائے۔''

لہٰذا جو خود کو مسلمان کہتا ہو اور مسجد میں نہ آئے تو اس کے بارے لوگ شک کرتے کہ یہ مسلمان نہیں رہا۔

اسی لئے بابے اور اس کا ٹولا مسجد میں نماز پڑھنے آنا پڑتا کیونکہ اگر وہ نہ آتے تو لوگ کہتے کہ یہ کافر ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ کام انہیں بڑا مشکل لگتا۔ بالخصوص فجر اور عشاء میں نیند قربان کرنا اور عصر کے وقت کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے سے تو ان کی جان جاتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے ان نمازوں کے متعلق فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 657)

لہٰذا انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ایک جگہ لے کر آپ ﷺ کو کہیں گے کہ آپ ﷺ یہاں ایک نماز پڑھیں۔ پھر وہیں آیا کریں۔ مسلمانوں کے خلاف سازشیں بھی یہیں کیا کریں گے۔ اگر کوئی پوچھے کہ تم مسجد نبوی ﷺ میں کیوں نہیں آتے تو کہیں گے کہ اس مسجد کا افتتاح بھی تو آپ ﷺ نے ہی کیا ہے۔ اگر یہ مسجد غلط ہوتی تو یہاں آ کر خود نماز کیوں پڑھی؟

اس پلاننگ پر عمل کرنے کے لئے انہوں نے جگہ خرید کر آپ ﷺ کو یہاں آنے کی دعوت دی۔

آپ ﷺ نے تبوک کے بعد تک اس معاملے کو موخر کر دیا۔ تبوک سے واپسی پر اللہ

پاک نے آپ ﷺ کو سب بات بتا دی اور حکم دیا کہ اس مسجد کے نام پر منافقین نے جو سازشوں کے لئے میٹنگ ہال بنایا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اس طرح اسے بھی ختم کر دیا گیا۔

الغرض بابے کی کوئی سازش کامیاب نہ ہوئی۔

تبوک جانے کے لئے تیاری:

آپ ﷺ نے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ اپنا اپنا مال لائیں۔ بس پھر کیا تھا کہ ہر بندہ اپنی طاقت سے بڑھ کر مال لانے لگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سارے گھر کا سامان لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھا سامان لے آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ساڑھے انتیس کلو چاندی لے آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نوسو اونٹ اور ایک سو گھوڑے دیئے۔

ایک بندہ ساڑھے تیرہ ہزار کلو کھجور لے آیا۔

عورتوں نے بھی اپنے زیورات اتار کر دے دیئے۔

نبی پاک ﷺ کا معجزہ:

لیکن سامان پھر بھی تھوڑا تھا۔ ہر بندہ جانے کو تیار تھا۔ اللہ کا نام لے سفر شروع کیا تو راستے میں پانی کی قلت ہوگئی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو خوب بارش ہوئی۔ سب نے پانی پیا اور ساتھ ساتھ اپنے برتنوں میں بھی بھر لیا۔

کافروں پر رعب:

رومیوں کو مسلمانوں کے تیس ہزار کے لشکر کا پتا چلا تو ڈر کے مارے لڑنے ہی نہ آئے۔ اس وجہ سے کوئی بڑی جنگ نہ ہوئی۔ البتہ مدینہ واپس جانے سے پہلے قریب والے عرب قبائل میں سے دو چار کی پکڑ دھکڑ ہوئی اور انہیں پھینٹی وغیرہ لگائی تو باقی ویسے ہی بندے بن

گئے۔ پھر کسی نے لڑنے کی جرات تک نہ کی۔

نبی پاک ﷺ کو شہید کرنے کی سازش:

واپسی پر جب آپ ﷺ کچھ الگ ہوئے تو بارہ منافقوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی پلاننگ بنالی۔ آپ ﷺ کے ساتھ حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب انہیں پتا چلا تو یہ ان کے گھوڑوں کے پاس گئے۔ انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ بھاگ کر لشکر کے اندر ہی گم ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کے نام حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیئے۔

جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ:

اس غزوہ میں چند غریب اور معذور بندے ساتھ نہ جا سکے تھے۔ لیکن تین ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جا سکتے تھے، وہ بھی نہ گئے۔

بعد میں انہیں شرمندگی بھی ہوئی مگر اس وقت تک لشکر جا چکا تھا۔ پچاس دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

اللہ پاک ہمیں مسلمان فوجی بن کر بہادری سے لڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد عرب میں ہر طرف امن وسکون ہو گیا۔ کسی کو بھی مسلمانوں سے لڑنے کی جرات نہ ہوئی۔

غم کا پہاڑ:

واپسی پر ایک بڑا غم منتظر تھا۔ آپ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔

نبی پاک ﷺ اپنے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اس موقعہ پر فرمایا کہ اگر میری اور بیٹی ہوتی تو اس کی شادی بھی آپ سے کر دیتا۔

آخر کار بابا مر ہی گیا:

اسی سال بابا عبداللہ بھی مر گیا۔ جب بابا مر گیا تو آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کی وجہ سے بابے کا جنازہ بھی پڑھایا مگر اللہ پاک نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ:

سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (المنافقون:6)

''ان پر برابر ہے کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کریں، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭاِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبۃ:84)

''اور ان میں سے جو کوئی مرجائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔''

اللہ پاک ہمیں منافقت سے بچائے۔ آمین

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ حج دیا

ہجرت کے نویں سال آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ نبی پاک ﷺ کا ایک پیغام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے۔

دس ذوالحجہ والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر وہ اعلان کیا جس کے کرنے کا حکم نبی پاک ﷺ نے انہیں دیا تھا کہ

جس جس کافر سے معاہدہ ہوا ہے وہ چار ماہ بعد ختم ہو جائے گا لہٰذا ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔

اس اعلان سے سب کو معلوم ہو گیا کہ عرب سے بت پرستی کا خاتمہ ہو کر رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج کی سعادت نصیب فرمائے اور اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر موت دے۔ آمین

❁❁❁❁

مسلمانوں کے سفیر کو کس جگہ شہید کیا گیا؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین سیکھنے کے لئے کیا کیا کرتے تھے؟
ایلاء کسے کہتے ہیں؟
منافقین نے جو مسجد بنائی اسے مسجد ضرار کیوں کہتے ہیں؟
مسجد ضرار کو کیوں گرایا گیا؟
کتنے منافقوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوہ تبوک کے لئے کتنا کتنا مال دیا؟
رومی جنگ سے کیوں بھاگ گئے؟
کتنے افراد بغیر کسی وجہ کے جنگ میں شریک نہ ہوئے؟
ان افراد کی توبہ کتنے دن بعد قبول ہوئی؟
واپسی پر آپ ﷺ کی کون سی بیٹی فوت ہو گئیں؟
نویں ہجری کو خطبہ حج کس نے دیا؟

وفود کی آمد

پورے عرب میں مکہ کی بہت اہمیت تھی۔ وہاں اللہ کا گھر تھا۔ سب لوگ وہاں آتے تھے۔ البتہ وہاں کے لوگوں نے بہت سے بت بنا کر وہاں رکھے ہوئے تھے۔

عام لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اگر یہ بت بے کار ہوتے تو خانہ کعبہ میں نہ پڑے ہوتے۔ لیکن جب نبی پاک ﷺ نے مکہ فتح کر کے سارے بت توڑ دیئے تو انہیں سمجھ آئی کہ اللہ پاک ان بتوں سے بے نیاز ہے۔ جو اللہ بغیر کسی کی مدد کے آسمان اور زمین بنا سکتا ہے وہ شریکوں سے پاک ہے۔ شریکوں کی ضرورت اسے ہوتی ہے جو سارے کام خود نہ کر سکتا ہو۔ اللہ پاک تو صرف کُن کہتے ہیں اور اسی وقت کام ہو جاتا ہے۔

جب لوگوں کو یہ بات سمجھ آ گئی تو اسی وقت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس آنا شروع ہو گئے تھے۔ وہ آتے اور وہ باتیں جو انہیں سمجھ نہیں آ رہی ہوتیں، وہ پوچھتے۔ آپ ﷺ کا جواب سن کر مطمئن ہو جاتے اور پھر کلمہ پڑھ لیتے۔

ویسے تو یہ کام فتح مکہ کے فوراً بعد ہی شروع ہو گیا تھا مگر اگلے سال یعنی ہجرت کے نویں سال تو بہت زیادہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آنا شروع ہو گئے تھے۔

بعض لوگ خود آ جاتے اور بعض اپنے خاندان کے چند قابل اعتبار آدمیوں کو بھیج دیتے۔ ایسے افراد کو وفد کہتے ہیں۔ سال کو عربی میں عام بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس سال بہت سے وفد آپ ﷺ کے پاس آئے تھے اس لئے اسے عام الوفود یعنی آپ ﷺ کے پاس وفود کی آمد کا سال کہا جانے لگا۔

طائف والے دربار نبوی ﷺ میں:

اس سال دو مشہور وفود بھی آئے۔ ایک طائف کی طرف سے اور دوسرا ایک علاقے

نجران کی طرف سے۔

قبیلہ بنو ثقیف مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا۔ ان کے ایک سردار جن کا نام عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا، وہ مسلمان ہو کر انہیں سمجھانے کے لئے گئے تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔

بعد میں انہیں خیال آیا کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔ اب تو نبی پاک ﷺ انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ یہ چند بندے آپ ﷺ کے پاس خود ہی چلے گئے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کے ایک کونے میں ان کا خیمہ لگوا دیا تاکہ یہ دیکھ سکیں کہ مسلمان کیسے عبادت کرتے ہیں۔ کچھ دن بعد کہنے لگے کہ ہم اس شرط پر مسلمان ہونگے کہ ہمارے بت لات کو کچھ نہ کہا جائے۔ ہمیں زنا، شراب اور سود کی اجازت دی جائے اور نماز بھی معاف کر دی جائے۔

آپ ﷺ نے ان میں سے کوئی بات بھی نہ مانی۔ آخر کار انہوں نے صرف ایک شرط باقی رہنے دی کہ وہ اپنے سب سے بڑے لات کو خود نہیں توڑیں گے بلکہ آپ ﷺ خود ہی اسے توڑیں۔

ان مسلمانوں کو سوچنا چاہیے جو یہ سب برائیاں کرتے ہیں اور نماز بھی نہیں پڑھتے۔ پھر بھی اپنے آپ کو سب سے اچھا مسلمان سمجھتے ہیں۔ اسلام میں اگر ان سب برائیوں کی اجازت ہوتی تو نبی پاک ﷺ انہیں اجازت دے دیتے مگر آپ ﷺ نے انہیں کسی غلط کام کی اجازت نہ دی اور نہ ہی نماز چھوڑنے کی اجازت دی۔

اللہ پاک ہمیں ان سب گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو ہی پکا وسچا نمازی بنائے۔ آمین

دلچسپ و مزیدار تماشا:

آپ ﷺ نے یہ بات منظور کر لی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ گئے تاکہ لات کو توڑ دیں۔ وہاں جا کر مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا ہنسانے والا کام کیا۔ انہوں نے بھاری

ڈنڈا جسے گرز کہتے ہیں، لے کر جب لات کو مارا تو جان بوجھ کر گر گئے۔ وہ لوگ پریشان ہو گئے کہ اب مغیرہ رضی اللہ عنہ کی خیر نہیں۔ تھوڑی دیر بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ چھلانگ مار کر اٹھے اور انہیں سمجھایا کہ نادانوں یہ تو پتھر کا ہے۔ پھر زور سے گرز مار کر بت توڑ دیا۔

نجران کے عیسائی وفد کی آمد:

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں عیسائیت سے متعلق درست معلومات دی گئیں۔ یہ اسے ماننے کو تیار نہ ہوئے تو انہیں کہا کہ ہم ایک کھلے میدان میں اپنے بیوی، بچوں کو لے آتے ہیں اور پھر اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسے مباہلہ کہتے ہیں۔ انہیں پتا تھا کہ نبی پاک ﷺ سچے ہیں، لہذا وہ مباہلے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں آئی ہے کہ:

نجران کے دو سردار عاقب اور سید، رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے کے لیے آئے تھے لیکن ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ کی قسم! اگر یہ نبی ہوئے اور پھر بھی ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم پنپ نہیں سکتے اور نہ ہمارے بعد ہماری نسلیں رہ سکیں گی۔ پھر ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ جو کچھ آپ مانگیں ہم جزیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ کوئی امین بھیج دیجئے، جو بھی آدمی ہمارے ساتھ بھیجیں وہ امین ہونا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو امانت دار ہو گا بلکہ پورا پورا امانت دار ہو گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے منتظر تھے، آپ نے فرمایا کہ ابوعبیدہ بن الجراح! اٹھو۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4380)

یعنی انہیں معلوم تھا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اسی لئے تو وہ مباہلے سے بھاگ گئے۔ اگر وہ خود کو سچا اور نعوذ باللہ من ذلک آپ ﷺ کو جھوٹا سمجھتے تو کبھی بھی

مباہلے سے فرار نہ ہوتے۔

❁❁❁❁

وفد کسے کہتے ہیں؟
کس سال کو عام الوفود کہا جاتا ہے؟
طائف والوں نے کس بت کو خود توڑنے سے انکار کیا تھا؟
نجران سے کس مذہب والوں کا وفد آیا؟
مباہلہ کسے کہتے ہیں؟
نجران کا وفد مباہلے سے کیوں ڈر گیا؟

حجۃ الوداع کا واقعہ

ہجرت کے دسویں سال حج کے دن قریب آئے تو نبی پاک ﷺ نے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ سب ہی تیار ہو گئے۔ مدینے سے تھوڑی ہی دور ایک علاقہ ہے جسے ذوالحلیفہ کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے وہاں سے احرام باندھا اور مکہ کی طرف چل پڑے۔ مکہ پہنچے تو پہلے عمرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار عمرے کی توفیق عطا فرمائے۔ عمرہ بہت بڑی اور اہم عبادت ہے، اس لئے عمرہ کا طریقہ الگ سے دیا جا رہا ہے تاکہ اسے سمجھنے میں آسانی رہے۔

عمرہ کا آسان فہم طریقہ

میقات:

وہ جگہیں جہاں عمرہ اور حج کرنے والے افراد پر احرام باندھنا لازم ہے ان سب جگہوں کو میقات کہا جاتا ہے۔

ان کی تعداد 5 ہے۔ وہ افراد جو یمن والی طرف سے آتے ہیں ان کے لئے میقات یلملم ہے۔ یہ جدہ سے کچھ فاصلے پر ہے۔ مدینہ سے آنے والوں کے لئے میقات ذوالحلیفہ ہے۔ یہ مدینہ کے بالکل ساتھ ہی ہے۔ اسی طرح عراق والی طرف سے آنے والوں کے لئے عرق، شام کی طرف سے آنے والوں کے لئے جحفہ اور نجد کی طرف سے آنے والوں کے لئے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا گیا ہے۔

اگر عمرہ یا حج کرنے والا ان مقامات کے باہر سے آتا ہے تو اسے ان مقامات پر آ کر احرام باندھنا لازم ہے اور جو افراد ان مقامات کے اندر رہتے ہیں وہ اپنی رہائش سے ہی احرام باندھیں گے حتیٰ کہ مکہ والے مکہ میں ہی اپنی رہائش سے احرام باندھیں گے۔

نیت:

نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ ہر نیک کرنے سے پہلے انسان پر لازم ہے کہ وہ ارادہ کرے کہ وہ یہ کام اللہ کی رضا کے لئے حضور اکرم ﷺ کے طریقے مطابق کرے گا۔ اسی سوچ کا نام نیت ہے اور انسان کے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور اسے وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔

احرام:

عمرہ کرنے والا یعنی معتمر اور حج کرنے والے یعنی حاجی جو لباس عمرہ یا حج کے لئے پہنتا ہے اسے احرام کہتے ہیں۔

مرد حضرات دو غیر سلی سفید چادریں پہنتے ہیں۔ ایک چادر کو دھوتی کی طرح ناف سے نیچے والے جسم کو ڈھانپنے کے لئے باندھ لیتے ہیں اور دوسری کو اوپر لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور لباس نہیں پہن سکتے یعنی بنیان اور انڈر ویر بھی نہیں پہن سکتے۔

جبکہ عورتیں کوئی بھی مناسب سادہ لباس بطور احرام پہن سکتی ہیں۔

عبایہ:

لباس کے اوپر لمبی قمیض کی طرح کا ایک گاؤن ہوتا ہے جو عمرہ یا حج کے موقعہ پر عورتیں پہنتی ہیں تاکہ مزید اچھے طریقے سے پردہ کیا جاسکے۔ اسے عبایہ کہتے ہیں۔

احرام باندھنے کے بعد اگر صرف عمرہ کرنا چاہتا ہے تو یہ الفاظ کہے:

((اللهم لبيك بالعمرة .))

اور اگر وہ حج کرنا چاہتا ہے تو یہ الفاظ کہے:

((اللهم لبیك بالحج .))

اور اگر اس نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا ہے یعنی وہ حج قران کی نیت رکھتا ہے تو وہ یہ الفاظ کہے:

((اللهم لبیك بالعمرة و الحج .))

احرام کی پابندیاں:

احرام باندھنے کے بعد خوشبو نہیں لگائی جا سکتی۔ بال اور ناخن نہیں کاٹے جا سکتے۔ اسی طرح شکار کرنا بھی منع ہے۔ نہ خود نکاح کر سکتا ہے نہ ہی پڑھا سکتا ہے۔ بیوی کے قریب جانا بھی منع ہے۔ کسی انسان سے لڑنا ویسے بھی ناجائز ہے مگر احرام کی حالت میں اس حوالے سے اور بھی احتیاط لازم ہو جاتی ہے۔

تلبیہ:

وہ کلمات جو عمرہ یا حج کرنے جانے والا آدمی میقات پر احرام باندھنے کے بعد کہنا شروع کرتا ہے انہیں تلبیہ کہتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

((لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ))

"میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، یقیناً تعریف اور نعمت تیرے لیے ہی ہے، اور ملک بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"

عمرہ کرنے والا آدمی جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

خانہ کعبہ:

مکہ میں موجود اللہ کے گھر کو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ یہ گھر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام

نے تعمیر کیا۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام نے بھی اسے تعمیر کیا۔ 35 سال کی عمر میں حضرت محمد ﷺ نے بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

خانہ کعبہ کے چار کونے ہیں۔ ایک کونے پر ایک کالا پتھر نصب ہے جسے حجر اسود کہتے ہیں۔ اس کے بائیں جانب تھوڑے فاصلے پر کعبہ کا دروازہ ہے جسے باب الکعبہ کہتے ہیں۔ حجر اسود اور باب الکعبہ کے درمیانی اس تھوڑی سی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ باب الکعبہ کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ایک اور پتھر ہے جو شیشے کے چھوٹے سے کیبن میں رکھا ہوا ہے۔ اسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ باب الکعبہ کے بائیں جانب والے کونے سے کعبہ کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جو کعبہ کا حصہ تھا مگر تعمیر نہ ہوا۔ اس کو حطیم کہتے ہیں۔ حطیم کے بائیں طرف والی کعبہ کی دیوار کے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں۔

طواف:

خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔

طواف کا طریقہ:

خانہ کعبہ کے اس کونے پر جائیں جہاں حجر اسود نصب ہے۔

اگر ممکن ہو، رش نہ ہو تو حجر اسود کا بوسہ لیں یعنی اس پتھر کو چومیں۔

اگر رش کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہو تو اس کی طرف دائیں ہاتھ کا اشارہ کر کے اللہ اکبر کہیں۔ اسے استلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد کعبہ کے گرد چکر لگائیں اس حال میں کہ آپ کے بائیں جانب کعبہ ہو۔ اس دوران خوب دعائیں مانگیں۔ دعا پڑھنے کی بجائے عاجزی سے اللہ پاک کو اپنی ضروریات بتائیں۔ اس کی نعمتوں کی تعریف کریں۔ درود شریف پڑھیں۔ قرآن مجید بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اذکار بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ چکر لگاتے ہوئے جب رکن یمانی کے قریب سے گزریں تو رکن یمانی والے کونے پر ہاتھ لگائیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کوئی بات نہیں۔ رکن یمانی سے حجر اسود تک چکر لگاتے وقت یہ دعا کریں:

((رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے نجات دے"

اس طرح آپ کا ایک چکر مکمل ہوا۔

اسی طرح سات چکر لگائیں اور ساتویں چکر کے اختتام پر اگر ممکن ہو یعنی رش نہ ہو تو حجر اسود کا بوسہ لیں یعنی اس پتھر کو چومیں۔ اگر رش کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہو تو اس کی طرف دائیں ہاتھ کا اشارہ کر کے اللہ اکبر کہیں۔ (یعنی استلام کریں)

اس طرح سات چکر اور آٹھ استلام ہو جائیں گے۔

پھر مقام ابراہیم پر آ کر دو نفل پڑھیں۔ اسے طواف کی نماز کہتے ہیں۔ اگر مقام ابراہیم پر جانا ممکن نہ ہو یا رش بہت زیادہ ہو تو جہاں جگہ مل جائے وہیں دو رکعت پڑھ لیں۔ اس طرح آپ کا طواف مکمل ہو جائے گا۔

اب زم زم پئیں اور کچھ زم زم اپنے سر پر بھی ڈالیں۔ البتہ عورتیں اپنے اوپر اس طرح زم زم نہ ڈالیں کہ لباس بھیگ جائے اور بے پردگی کا خطرہ ہو۔

اس کے بعد حجر اسود والے کونے کی سیدھ میں صفا پہاڑی پر جائیں اور کعبہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ یہ دعا مانگیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

پھر نبی کریم ﷺ دروازے سے صفا کی جانب نکلے اور جب صفا کے قریب پہنچے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾

"یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

اور فرمایا: میں وہیں سے ابتداء کرتا ہو جہاں سے اللہ تعالی نے ابتداء کی ہے، لہذا صفا سے شروع کیا اور صفا پہاڑی پر چڑھے حتی کہ بیت اللہ نظر آنے لگا تو قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالی کی توحید بیان کی اور تین بار یہ دعا پڑھی:

((لا إلـه إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علـى كل شيء قدير ، لا إله إلا الله وحده أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده))

"اللہ تعالی کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ تعالی کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اکیلے ہی لشکروں کو شکست سے دوچار کر دیا۔" (آپ نے اسی طرح تین بار کیا) (صحیح مسلم:1218)

اس کے بعد صفا سے مروۃ کی طرف جائیں۔ راستے میں تھوڑی سی جگہ وہ آتی ہے جہاں بھاگنے کے سے انداز سے تیز تیز چلنا ہوتا ہے۔ آج کل حکومت نے اس جگہ پر گرین لائٹس لگا دی ہیں تا کہ لوگوں کو اس جگہ کی حدود کا آسانی سے علم ہو جائے۔ پھر مروۃ پہاڑی پر جا کر کعبہ کی طرف رخ کریں اور تین مرتبہ وہی دعا پڑھیں جو صفا پر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے مانگی تھی۔ اب دوبارہ صفا کی طرف چلیں۔ اس مقام پر پہنچ کر پھر اسی طرح بھاگنے کے انداز سے تیز تیز چلیں۔ صفا پر پہنچ کر پھر وہی عمل کریں یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے وہی دعا مانگیں اور مروۃ کی طرف جائیں۔ صفا سے مروۃ تک ایک چکر ہوگا اور مروۃ سے صفا تک دوسرا۔ اس طرح کل سات چکر لگائیں۔ اس کو سعی کہتے ہیں۔ سعی کا آغاز صفا سے اور اختتام مروۃ پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد باہر جا کر مرد حضرات اپنے سارے سر کے بال اتروا دیں یعنی ٹنڈ کروائیں

اسے حلق کہتے ہیں۔

اگر وہ چاہیں تو ٹنڈ یعنی حلق کی بجائے سر کے بالوں کی کٹنگ کروالیں، اسے قصر کہتے ہیں۔

جبکہ عورتیں اپنے بالوں کی آخر سے تھوڑے سے بال کاٹیں۔

اس طرح ان کا عمرہ مکمل ہو جائے گا۔

اب احرام اتار کر دوسرا لباس پہن سکتے ہیں۔ اب وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہیں۔

حج کی ابتداء:

عمرہ کرنے کے بعد چار دن وہیں مکہ میں رہے اور پھر 8 ذوالحجہ کو حج کے لئے منیٰ چلے گئے۔ یہ حرم سے تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر ایک علاقہ ہے۔ وہاں پر ظہر عصر مغرب عشاء پڑھی پھر اگلے دن 9 ذوالحجہ کو فجر پڑھ کر عرفات کی طرف چلے گئے۔ عرفات سے پہلے ایک علاقہ آتا ہے جسے عرنہ کہتے ہیں وہاں آپ ﷺ نے قیام کیا۔

پورے اسلام کا خلاصہ:

یہیں خطبہ حج دیا جسے خطبہ حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔ یہ بڑا ہی کمال کا خطبہ تھا۔ اس میں آپ ﷺ نے سارا اسلام بیان کر دیا۔

ایک دوسرے کی بے عزتی حرام قرار دی۔

قتل کرنا حرام قرار دیا۔

مال لوٹنا، چھیننا اور دوسرے کا مال اسے واپس نہ دینا حرام قرار دیا۔

جاہلیت کے رسم و رواج ختم کر دیئے۔

پرانے بدلے معاف کر دیئے۔

سود حرام قرار دیا۔

عورتوں سے اچھے سلوک کا حکم دیا۔ ان کی عزت کرنے کا کہا۔

لوگوں کو بتایا کہ ان پر نماز، روزہ، زکوۃ اور حج فرض ہے۔
حکمران کی اچھی باتیں ماننے کا کہا۔
پھر پوچھا کہ لوگو! کیا میں نے دین کی سب باتیں تمہیں بتادی ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ بتانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر اللہ پاک نے دین اسلام کی تکمیل کی آیت نازل فرمادی۔
پھر اذان دی گئی اور ظہر عصر کی نماز دو دو رکعتیں فورا پڑھ لیں۔ پھر مغرب تک دعائیں مانگیں اور مغرب ہوتے ہیں نماز پڑھے بغیر ایک علاقہ ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں، وہاں چلے گئے اور جا کر مغرب وعشاء اکٹھی پڑھی۔ پھر رات رہنے کے بعد صبح منی آ گئے۔ یہ بھی ایک علاقے کا نام ہے۔ وہاں پر تیسرے ستون کو کنکریاں ماریں۔
پھر سو اونٹوں کی قربانی کی اور ٹنڈ کروا کر طواف اور سعی کرنے حرم شریف چلے گئے۔
فارغ ہو کر منی آ گئے اور رات یہیں رہے پھر صبح ظہر کے بعد تینوں ستونوں کو سات سات کنکریاں ماریں اور اگلے دن پھر یہی کیا اور اس سے اگلے دن پھر یہی کر کے واپس چل پڑے۔ مکہ چھوڑنے سے پہلے ایک آخری الوداعی طواف کیا اور پھر مکہ سے واپس مدینہ چل پڑے۔
عمرہ کی طرح حج بھی بہت بڑی اور اہم عبادت ہے، اس لئے حج کا طریقہ الگ سے دیا جا رہا ہے تا کہ اسے سمجھنے میں آسانی رہے۔

حج کا آسان طریقہ

8 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ تک حاجی حج کے مختلف مناسک یعنی امور سرانجام دیتا ہے۔ ان دنوں کو ایام حج کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بھی اجازت ہے کہ اگر کوئی حج کرنے والا 12 ذوالحجہ کو اپنا حج مکمل کرنا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ وَ مَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ لِمَنِ اتَّقٰی (البقرۃ:203)

''پھر جو دو دنوں میں جلد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔''

ذوالحجہ کی 11، 12، 13 تاریخ کو ایام التشریق کہتے ہیں۔ آیت مبارکہ میں حاجی کو کہا جا رہا ہے کہ وہ ایام التشریق کے پہلے دو دنوں حج مکمل کر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اسی طرح اگر کوئی دو دنوں سے لیٹ کرے یعنی 13 ذوالحجہ کو بھی حج کے مناسک ادا کرے تو اسے بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

ذیل میں آپ کو ترتیب سے

8 ذوالحجہ

9 ذوالحجہ

10 ذوالحجہ

11 ذوالحجہ

12 ذوالحجہ

13 ذوالحجہ

میں حاجی نے کیا کرنا ہے، یعنی ان ایام میں کون کون سے مناسک حج کس کس تاریخ کو ادا کرنے ہیں، بتایا جا رہا ہے۔

8 ذوالحجہ:

جو شخص حج کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ آٹھ ذوالحجہ کو ظہر سے پہلے حج کے ارادے سے احرام باندھے اور کہے:

((اللھم لبیك بالحج))

اس کے بعد وہ منی میں چلا جائے۔ یہ خانہ کعبہ سے تین چار کلومیٹر دور ایک علاقے کا نام ہے۔ وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ان کے اوقات میں ادا کرے۔ اس دوران اذکار، تلاوت کلام پاک، دعائیں، نوافل وغیرہ کا اہتمام کرے۔

9 ذوالحجہ:

آٹھ اور نو ذوالحجہ کی درمیانی رات منی میں گزارے۔ پھر صبح فجر کی نماز منی میں ادا کرنے کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہو۔

نبی کریم ﷺ عرفات سے پہلے ایک مقام جسے عرنہ کہتے تھے وہیں ٹھہرے اور زوال شمس کے بعد یعنی جب ظہر کا وقت شروع ہوا تو یہیں خطبہ دیا۔

اسی مشہور خطبے کو خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ خطبہ کے بعد اُذان کہی گئی پھر ظہر کی نماز دو رکعات قصر ادا کی گئی۔

سب مقامی و مسافر حجاج کرام نے آپ ﷺ کے ساتھ قصر ادا کی۔ پھر ساتھ ہی عصر کے لئے اقامت کہی گئی (جسے عرف عام میں تکبیر کہتے ہیں) اور نماز عصر بھی دو رکعات قصر ادا کی اور سب مقامی و مسافر حجاج کرام نے آپ ﷺ کے ساتھ قصر نماز ادا کی۔

لہٰذا حج کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی خطبہ حج سماعت کرے اور پھر دو رکعات ظہر قصر اور ساتھ ہی دو رکعات عصر قصر، ظہر کے وقت میں ادا کرے۔

یہ وقت اللہ پاک سے بھیک مانگنے کا ہے:

اس کے بعد غروب آفتاب تک اللہ پاک سے خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگے۔ یہ دعاؤں کا خصوصی وقت ہے۔ اپنے گزشتہ گناہوں اور برے اعمال پر اللہ پاک سے معافی مانگے۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ سب انسانوں کے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرے۔ جو لوگ قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے قرضوں کے اتر جانے کی دعا کریں۔ بے اولادوں کے لئے نیک و صالح اولاد کی دعائیں مانگیں۔ جن کی اولاد نافرمان و بدتمیز ہے

ان کی فرمانبرادی کی دعا کریں۔ جو لوگ اچھے رشتوں کے نہ ملنے سے پریشان ہیں ان کے لئے مناسب اچھے رشتوں کی دعا کریں۔ رب رحیم و کریم سے تمام بیماروں کی صحت یابی کی درخواست کیجئے۔ موت سے پہلے خصوصی توبہ اور موت کے وقت کلمہ کی توفیق طلب کریں۔ قبر کے حساب کتاب میں کامیابی مانگیں۔ جو دنیا سے چلے گئے ان کے لئے بھی اللہ پاک سے بخشش طلب کریں۔ قیامت والے دن آسان حساب کی خواہش کا اظہار کریں۔ حوض کوثر پر اپنے پیارے نبی پاک ﷺ سے ملاقات و ان کی شفاعت کی دعا کریں۔ پل صراط پر کامیابی سے گزرنے کے دعا کریں۔ دعا کریں کہ جہنم میں ایک لمحہ بھی عذاب نہ ہو۔ جنت فردوس میں نبی کریم ﷺ کے پڑوس میں اس کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا سوال کریں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کریم سے اس کے دیدار کو طلب کریں۔ جس جس نے آپ پر ظلم کیا اللہ پاک کی رضا کے لئے اسے معاف کر دیں۔ بار بار حج کی توفیق طلب کریں۔ اعمال صالحہ کی قبولیت اور اعمال سیہء سے درگزر کرنے التجائیں کریں۔

یہ چند گھنٹے باتوں کی بجائے دعائیں مانگنے پر توجہ دیں۔

جب سورج غروب ہو جائے تو وہاں پر مغرب کی نماز ادا کرنے کی بجائے وہاں سے مزدلفہ کی طرف کوچ کر جائیں۔

حاجی جب مزدلفہ پہنچتا ہے تو اتنی دیر میں عشاء کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ وہاں پہنچ کر مغرب کی اذان دے اور اقامت کہہ کر مغرب کی تین رکعات ادا کرے۔ پھر عشاء کی نماز کے لئے اقامت کہے اور عشاء کی دو رکعات قصر ادا کرے۔ پھر آرام کرے۔

10 ذوالحجہ:

نو اور دس ذوالحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ میں گزارے اور فجر پڑھ کر منی روانہ ہو جائے۔ وہاں پہنچ کر پہلے اور دوسرے جمرات (جنہیں لوگ شیطان کہتے ہیں) کو کنکریاں نہیں مارنیں بلکہ تیسرے جمرۃ جسے جمرۃ عقبہ کہتے ہیں اور مزدلفہ سے منی آئیں تو یہ جمرات میں سب سے

آخری جمرۃ ہے۔ اسے سات کنکریاں مارنی ہیں۔

پھر قربانی کرنی ہے۔ پوری دنیا کے تمام مسلمانوں اس دن عید الاضحٰی یعنی عید قربان منا رہے ہیں مگر حاجی پر نہ تو عید کی نماز ہے اور نہ ہی عید کی قربانی کرنا۔ حاجی جو قربانی کرتا ہے اسے ھدی الشکر کہا جاتا ہے یعنی حج کرنے والا یہ قربانی شکرانے کے طور پر کرتا ہے۔

اس کے بعد مرد حضرات اپنے سارے سر کے بال اتروا دیں یعنی ٹنڈ کروائیں اسے حلق کہتے ہیں۔

اگر وہ چاہیں تو ٹنڈ یعنی حلق کی بجائے سر کے بالوں کی کٹنگ کروالیں، اسے قصر کہتے ہیں۔

جبکہ عورتیں صرف اپنے بالوں کے آخر سے تھوڑے سے بال کاٹیں۔

پھر احرام اتار کر دوسرا لباس پہن لیں۔

اور طواف زیارۃ، جسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں، کے لئے بیت اللہ جائیں۔

طواف وسعی کا وہی طریقہ ہے جو عمرہ میں طواف وسعی کا ہے۔

ان چاروں امور یعنی مناسک میں ادائیگی کی ترتیب بدل جائے تو کوئی حرج نہیں

پھر رات واپس منیٰ آکر گزاریں۔ اسے مبیت منیٰ کہتے ہیں۔

11 ذوالحجہ:

دس اور گیارہ ذوالحجہ کی درمیانی رات منیٰ میں گزارنے کے بعد حج کرنے والا گیارہ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات کو سات سات کو کنکریاں مارے گا۔

اس پر لازم ہے کہ رات وہ منیٰ ہی میں رہے۔

12 ذوالحجہ:

گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی درمیانی رات منیٰ میں گزارنے کے بعد حج کرنے والا بارہ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز پڑھ کر پھر تینوں جمرات کو سات سات کو کنکریاں مارے گا۔

اب اگر وہ چاہے تو واپس چلا جائے اور اگر چاہے تو وہیں منیٰ میں ہی رات رہ لے۔

13 ذوالحجہ:

بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی درمیانی رات منیٰ میں گزارنے کے بعد تیرہ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز پڑھ کر پھر تینوں جمرات کو سات سات کو کنکریاں مارے کر واپس جائے۔

قرآن مجید میں دو کی اجازت ہے یعنی اگر کوئی حج کرنے والا 12 ذوالحجہ کو اپنا حج مکمل کرنا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ 13 ذوالحجہ کو مکمل کرنا چاہے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ وَ مَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ لِمَنِ اتَّقٰی (البقرۃ:203)

''پھر جو دو دنوں میں جلد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔''

ذوالحجہ کی 11، 12، 13 تاریخ کو ایام التشریق کہتے ہیں۔ آیت مبارکہ میں حاجی کو کہا جا رہا ہے کہ وہ ایام التشریق کے پہلے دو دنوں میں حج مکمل کرلے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اسی طرح اگر کوئی دو دنوں سے لیٹ کرے یعنی 13 ذوالحجہ کو بھی حج کے مناسک ادا کرے تو اسے بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

❁❁❁❁

آپ ﷺ نے کس جگہ سے احرام باندھا؟

میقات کسے کہتے ہیں؟

احرام کی پابندیاں کون سی ہیں؟

استلام کسے کہتے ہیں؟

تلبیہ کسے کہتے ہیں؟

رمل کسے کہتے ہیں؟

اضطباع کسے کہتے ہیں؟

سعی کسے کہتے ہیں؟

طواف اور سعی کے کتنے چکر ہوتے ہیں؟

سعی شروع کرتے وقت کون سی دعا پڑھتے ہیں؟

حلق اور قصر میں کیا فرق ہے؟

حج کس دن شروع ہوتا ہے؟

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

دسویں ذوالحجہ کو کسے کنکریاں ماری جاتی ہیں؟

رمی اور جمرات کسے کہتے ہیں؟

طواف افاضہ کسے کہتے ہیں؟

طواف زیارہ کسے کہتے ہیں؟

طواف وداع کسے کہتے ہیں؟

نبی پاک ﷺ کے الوداعی جملے

آپ ﷺ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ جس مقصد کے لئے آپ ﷺ کو بھیجا گیا ہے یعنی پوری دنیا میں اسلام کو پھیلانا، تو وہ اب پورا ہو چکا ہے۔ لہٰذا شاید اب جانے کا وقت قریب ہے۔ اس بات کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ

1۔ حج الوداع کرنے کے جانے سے پہلے آپ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا تھا کہ

معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھ سے ملاقات نہ کر سکو، شاید کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ تو یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

2۔ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں آخری دس دن اعتکاف کرتے تھے لیکن آخری سال بیس دن کا اعتکاف کیا۔

3۔ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سناتے اور سنتے تھے۔ اس طرح سننے اور سنانے کو دور کرنا کہتے ہیں۔ آخری سال دو مرتبہ دور کیا۔

4۔ احد میں جو بندے شہید ہوئے تھے آپ ﷺ انہیں کبھی نہ بھلا سکے۔ آخری سال جا کر دوبارہ ان کا جنازہ پڑھا۔

5۔ ایک رات اٹھے اور بقیع کے قبرستان میں چلے گئے۔ وہاں جا کر دعا کی۔

قبرستان میں جانے کی دعا:

((السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله للاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية .))

مرض کا آغاز:

ہجرت کے گیارہویں سال صفر کی آخری تاریخیں تھیں۔ آپ ﷺ ایک جنازہ پڑھانے کے لئے بقیع کے قبرستان میں گئے۔ واپسی پر سر درد شروع ہو گیا۔

آپ ﷺ کی طبعیت زیادہ خراب ہوئی تو باقی بیویوں سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے۔

سات ربیع الاول بدھ والے دن بہت ہی شدید بخار ہو گیا۔ بخار میں سر پر پانی ڈالنا بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ آج بھی شدید بخار میں پانی کی پٹیاں کی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ پر بھی پانی ڈالا گیا۔

آپ ﷺ کو کچھ ہوش آئی تو جا کر مسجد کے منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ

اللہ کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

اس سے معلوم ہوتا کہ تعظیمی سجدہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ

میری قبر کو بت بنا کر اس کی پوجا نہ کی جائے۔

آپ ﷺ کا بڑا پن:

آپ ﷺ بڑے عظیم انسان تھے۔ ساری زندگی تکلیفیں برداشت کیں لیکن خود کسی کو ذرا سا پریشان بھی نہ کیا۔ پھر بھی کہنے لگے کہ اگر کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہو تو لے لے۔

پھر اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی اور انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی۔

پھر فرمایا کہ:

اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے یا تو وہ دنیا کی خوبصورتی میں سے جو چاہے اللہ اسے دے دے گا یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے۔ تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کر لیا ہے۔

یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آدمی آپ ﷺ ہی ہیں اور آپ ﷺ نے آخرت کو ترجیح دی ہے۔

اپنی جگہ امام مقرر کر دیا:

جمعرات والے دن مغرب کے نماز پڑھانے کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر اس کے بعد انہوں نے ہی آپ ﷺ کی زندگی میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔

ایک دن پہلے:

گیارہ ربیع الاول والے دن سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔

آپ ﷺ کے پاس صرف سات دینار تھے وہ بھی صدقہ کر دیا۔

آخری رات چراغ میں تیل ڈالنے لئے پڑوسن سے ادھار لیا۔

آخری دن:

آخری دن آیا تو فجر کی نماز کے وقت حجرے کا پردہ اٹھایا اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھتے دیکھا تو مسکرائے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا تو رونے لگیں پھر کچھ کہا تو ہنسنے لگیں۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے جب مجھے بتایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا تو میں رونے لگی اور جب فرمایا کہ سب سے پہلے میں آپ ﷺ کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنسنے لگی۔

آپ ﷺ کو شدید تکلیف میں دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ:

ہائے ابا جان کی تکلیف!

ایسے نازک لمحات میں ایک بیٹی کے جذبات کو کون جان سکتا ہے۔

آخری چند باتیں:

آپ ﷺ نے امت کو آخری وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((الصلوة و ما ملکت ایمانکم))

''نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔''

حقوق اللہ میں توحید کے بعد سب سے زیادہ نماز کی اہمیت ہے جو نماز ادا کر لے گا وہ ان شاء اللہ العظیم باقی حقوق بھی ادا کر لے گا۔ اسی طرح بندوں میں سب سے کمزور غلام ہوتے ہیں جو ان کے حقوق کا خیال رکھ لے گا وہ باقی حقوق العباد کا خیال بھی رکھ لے گا۔ اللہ پاک ہمیں آپ ﷺ کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پھر آپ ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خواہش پر انہیں مسواک چبا کر نرم کر کے دی۔ یعنی آپ ﷺ نے آخری وقت تک صفائی ستھرائی کا خیال رکھا۔

پھر فرمایا:

((اللھم رفیق الاعلی))

اور اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

((انا للہ و انا الیہ راجعون))

اس طرح تریسٹھ سال پہلے ربیع الاول کے مہینے میں سوموار والے دن پیدا ہونے والے اس دنیا کے سب سے عظیم انسان جو ہمیں اپنے ماں باپ سے بھی پیارے لگتے ہیں، ہجرت کے گیارہویں سال بارہ ربیع الاول چاشت کے وقت داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر مسلمان بہت ہی زیادہ غمزدہ تھے۔ ہر آنکھ سے زارو قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ماتھے کو چوما، پھر فرمایا کہ:

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اللہ آپ ﷺ پر دو موت جمع نہیں کرے گا۔
جو موت آپ ﷺ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ ﷺ کو آ چکی۔

پھر مسجد میں جا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا کہ آپ ﷺ بھی پہلے انبیاء کرام علیہ السلام کی طرح ایک نبی تھے۔ جس طرح وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اسی طرح آپ ﷺ کو بھی جانا تھا۔ آخر کار بے لوث، بے حد و حساب محبت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے قرار و غمزدہ دلوں، روتی و آنسو بہاتی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے جس جگہ آپ ﷺ فوت ہوئے تھے اسی جگہ دفن کیا۔

اے اللہ پاک تو جانتا ہے کہ ہمارا دل بھی بے قرار ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، ہم بھی اپنے نبی پاک ﷺ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ پاک تو ہمیں ابھی اپنے پیارے اور محبوب نبی پاک ﷺ جیسا بننے کی توفیق عطا فرما اور جنت میں ان کی ہمسائیگی نصیب فرما۔ آمین

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد .

مصنف کی زیرِ طبع کتب

سببِ تالیف

لوگوں کی سیرت النبی ﷺ سے دوری کے سبب ضرورت محسوس ہوئی کہ پڑھنے والوں کی استعداد و سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی روزمرہ کے زبان و الفاظ میں سیرت النبی ﷺ پر ایسی آسان و عام فہم کتاب لکھی جائے جو نہ صرف اکثر واقعات کا احاطہ کرے بلکہ تبرک کے طور پر محض الماری کی زینت بننے کی بجائے زندگی سنوارنے کا سبب ہو۔

مجھ نالائق و ناکارہ پر یہ محض اللہ پاک کا کرم ہی تھا کہ اس باری تعالیٰ نے اس سال سفرِ حج کے پُرسعادت لمحات میں مکہ مکرمہ کے اندر مکی زندگی اور مدینہ طیبہ میں مدنی زندگی کا اکثر حصہ قلم بند کرنے کے توفیق عطا فرمائی۔ وللہ الحمد

محمد صارم سیف

MRC مسلم ریسرچ سنٹر